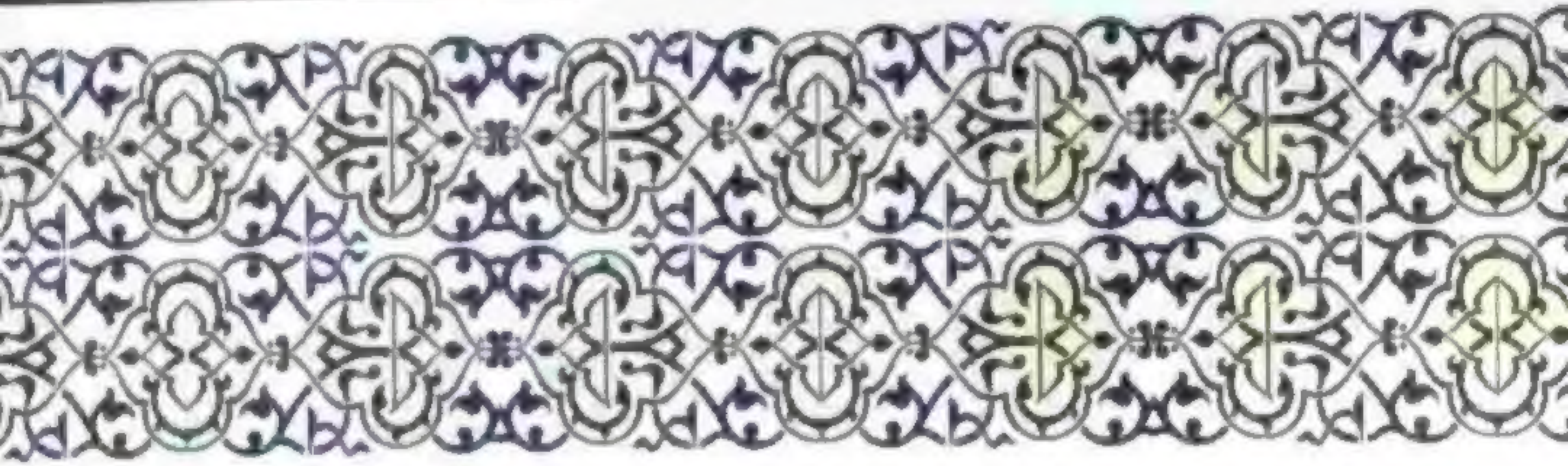




شہید کربلا

اور کردارِ یزید

محدث اعظمی کی کتاب "بصرہ پر شہید کربلا اور یزید" کا علمی مجاہدہ



مُصَنَّف

مولانا سید طاہر حسین گیلانی

نعیمیہ

اسلامک اسٹور
دیوبند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شہید کربلا

رضی اللہ عنہ

اور

کردار یزید

محدث اعظمی کی کتاب ”تبصرہ بر شہید کربلا اور یزید“ کا علمی محاسبہ

مصنف:

مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر:

کُتُبُ خَانَةُ نَعِيمِيَّةِ دِيُونَبَدِ

تفصیلات

﴿ کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ﴾

نام کتاب..... : شہید کربلاؑ اور کردارِ یزید

مصنف..... : حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر..... : کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

کمپوزنگ و سیٹنگ... : محمد جہانگیر دیوبند 9045293126

سن اشاعت..... : ۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۳۹ھ

صفحات..... : 152

قیمت..... :

ملنے کا پتہ:

کُتُبْ خَانَةُ نَعِیْمِیَّہِ دِیُوبَنْد

Phone: 01336-223294-224703

E-mail: naimiabookdepot@yahoo.com

فہرست عناوین

﴿شہید کر بلا علیہ السلام اور کروار یزید﴾

| صفحہ نمبر | عنوان |
|-----------|---|
| ۶ | کچھ کتاب کے بارے میں (جناب مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی صاحب) |
| ۱۰ | پیش لفظ |
| ۱۱ | کچھ قابل غور باتیں |
| ۱۲ | یزید کی بیعت اور اہل مدینہ |
| ۱۱ | مذکورہ بالا روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کی تحقیق |
| ۱۳ | مذکورہ بالا روایت کی مزید تنقیح |
| ۱۵ | شیعہ اور روافض کے درمیان فرق |
| ۱۱ | خلافت کے ابتدائی دور میں یزید کی کارکردگی |
| ۱۶ | سابقہ تاریخی شواہد اور محدث اعظمیؒ کی تحقیق میں عدم مناسبت |
| ۱۹ | یزید کے شراب پینے کی روایات |
| ۲۰ | علامہ ذہبی کی تحقیق |
| ۲۱ | پہلی سند |
| ۱۱ | دوسری سند |
| ۱۱ | مذکورہ بالا روایت کی سندوں کی تحقیق |
| ۲۳ | یزید کے فاسق اور شرابی ہونے پر ناقابل انکار دلائل و شواہد |

| | | |
|----|--|---|
| ۲۶ | مولانا عظمیٰ سے معقول عربی عبارت کا ترجمہ | □ |
| ۲۸ | مولانا عظمیٰ کا مذکورہ بالا تبصرہ اور اس کا تجزیاتی مطالعہ | □ |
| ۲۹ | حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی جرح کا خلاصہ | □ |
| ۳۳ | یزید کے شرابی ہونے کے بارے میں ابن کثیر کا موقف | □ |
| ۳۴ | شرب خمر پر حد کے وجوب کے لیے شرائط و شواہد کا بیان | □ |
| ۳۶ | فسق یزید پر مزید دلائل و شواہد | □ |
| ۳۷ | شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا موقف | □ |
| ۴۲ | علامہ ابن تیمیہؒ کے موقف کی مزید وضاحت | □ |
| ۴۴ | مولانا عظمیٰ کی علمی خیانت کا واضح ثبوت | □ |
| ۴۵ | حضرت عبداللہ بن مطیع کے صحابی یا تابعی ہونے پر دلائل و شواہد | □ |
| ۴۹ | یزید کی چیرہ دستی سے انسانیت شرمسار | □ |
| ۵۶ | مولانا عظمیٰ کا بیان کردہ خلاصہ | □ |
| ۵۷ | مولانا عظمیٰ کے خلاصہ پر راقم کا تحقیقی جائزہ | □ |
| ۶۳ | فسق یزید پر فرزند یزید کی شہادت | □ |
| ۷۳ | مذکورہ بالا تاریخی دستاویزوں کی روشنی میں فسق یزید آشکارا؛ مگر مولانا عظمیٰ کا غیر معقول موقف۔ | □ |
| ۷۹ | فاسق حکمران پر امیر المومنین کا اطلاق؟ | □ |
| ۸۱ | امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ | □ |
| ۸۵ | مولانا عظمیٰ کی ناشائستہ تحریر | □ |
| ۸۸ | فسق یزید پر وفد مدینہ منورہ کی شہادت | □ |
| ۹۰ | مولانا عظمیٰ کا علمی مغالطہ | □ |

| | | |
|-----|--|--------------------------|
| ۹۵ | بارہ خلقاء کی بات | <input type="checkbox"/> |
| ۹۸ | مولانا عظمیٰ کا حضرت حکیم الاسلام کو نصیحت | <input type="checkbox"/> |
| ۹۹ | مولانا عظمیٰ کی نصیحت کا ماحصل | <input type="checkbox"/> |
| ۱۰۳ | مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف | <input type="checkbox"/> |
| ۱۰۴ | حضرت ابو ہریرہؓ کا امارۃ الصبیان سے بچنے کی دعا کرنا اور اس کا مصداق | <input type="checkbox"/> |
| ۱۰۷ | حضرت خذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کا مصداق | <input type="checkbox"/> |
| ۱۱۰ | مولانا عظمیٰ کا غیر مناسب اعتراض | <input type="checkbox"/> |
| ۱۱۵ | یزید کی خلافت پر صحابہ کرامؓ کی ناراضگی | <input type="checkbox"/> |
| ۱۲۲ | زمانہ نبوت سے قرب اور اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں یزید کی اہلیت | <input type="checkbox"/> |
| ۱۲۵ | یزید کے لا ابالی پن پر حضرت معاویہؓ کی نصیحت | <input type="checkbox"/> |
| ۱۲۶ | مولانا عظمیٰ اور بے جا جرأت مندانہ تحریر | <input type="checkbox"/> |
| ۱۳۰ | خلاصہ کلام | <input type="checkbox"/> |
| ۱۳۲ | یزیدی فوج کا قہر مدینہ منورہ پر | <input type="checkbox"/> |
| ۱۳۴ | یزید کے فاسق نہ ہونے پر مولانا عظمیٰ کی دلیل | <input type="checkbox"/> |
| ۱۳۷ | واقعہ حرہ ناقابل انکار اور حدیث میں اس کی پیشین گوئی | <input type="checkbox"/> |
| ۱۴۱ | سرمبارک شام لے جایا گیا یا نہیں؟ | <input type="checkbox"/> |
| ۱۵۱ | مولانا عظمیٰ کی غفلت | <input type="checkbox"/> |

کچھ کتاب کے بارے میں

(جناب مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی صاحب، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)
الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا
محمد خاتم النبیین وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد
گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں، محمود عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ شائع
ہوئی تھی، اس کتاب میں مصنف کتاب نے تحقیق کے نام پر، متعدد ایسی غلطیاں کیں، جن
سے بہت سے صحابہ کرام کی شخصیت مجروح ہوئی، سیدنا حضرت حسینؑ کو باغی قرار دیا گیا اور
یزید کی حمایت میں ساری صلاحیتیں صرف کر دی گئیں، اس لیے فطری طور پر اس کتاب کا بڑا
زبردست رد عمل ہوا، اور متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں۔

ہندوستان میں ایسے ”مخلصین“ بھی پائے جاتے ہیں، جو علمائے دیوبند پر اعتراض کا
کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ایسے شری پسندوں نے یہ پروپیگنڈہ بڑی شد و مد سے
کرنا شروع کر دیا کہ حمایت یزید، دیوبند والوں کا موقف ہے اور محمود عباسی صاحب اسی
جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ظاہر ہے یہ انتہائی سنگین الزام تھا، اس کے دفاع کے لیے اور
اس قضیہ سے متعلق اہل سنت والجماعت کے صحیح موقف کو اجاگر کرنے کیلئے جماعت دیوبند
میں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ”مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بڑی
شخصیت موجود نہیں تھی، آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا، اور شہید کربلا اور یزید
نامی کتاب لکھی، کتاب میں افسانوی طرز اختیار کرنے کے بجائے صرف ان مباحث پر
گفتگو کی گئی، جن میں اہل سنت والجماعت کے نظریات پر زور پڑتی تھی، اس لیے حضرت
حسینؑ کی صحابیت کا اثبات، فضائل و مناقب کی روشنی میں ان کے روشن کردار کا بیان، اور
نا قابل تردید تاریخی حوالوں سے، نیز اکابر اہل سنت والجماعت کی تحریروں کی روشنی میں فسق
یزید کے مسئلہ تک مباحث کتاب کو محدود رکھا گیا، اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ محمود عباسی کا
موقف گمراہ کن ہے اور اہل سنت والجماعت سے متصادم ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کو اس موقف سے: خاص طور سے فسق یزید کے موقف سے اتفاق نہیں تھا، اور انہوں نے حضرت حکیم الاسلام کی کتاب پر تنقیدی تبصرہ لکھا، انہوں نے کتاب کے آخر میں خلاصہ مباحث لکھا ہے اور یزید کے فسق کو بلا دلیل گردانا ہے، ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ فسق یزید متفق علیہ مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ یزید کو فاسق ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں ہی اہل سنت والجماعت کا حصہ ہیں، اگر بات وہی ہے جو حضرت محدث اعظمی فرما رہے ہیں تو حضرت کو چاہیے تھا کہ انصاف کے ساتھ، دونوں طرح کی روایتیں جمع کرتے اور اپنی گفتگو میں حد اعتدال پر قائم پر رہتے؛ تاکہ اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر مکمل واضح ہوتا اور یہ معلوم ہو سکتا کہ اہل سنت والجماعت میں دو نقطہ نظریائے جاتے ہیں، فسق یزید کی تردید اور اس پر دلالت کرنے والی تمام روایتوں کو یکسر مسترد نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا سید طاہر حسین صاحب گیاوی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں؛ انہوں نے اپنی زندگی صراطِ مستقیم کی وضاحت، اہل سنت والجماعت کے افکار و نظریات کی تشریح اور باطل نظریات کی تردید اور ان کا لوہا لینے میں گزاری ہے، انہوں نے اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے حقیقی موقف کا جائزہ لیا ہے، اور اس شان کی تحقیق پیش کی ہے کہ منصف انسان اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، تاریخی روایتوں میں رد و قدح کا انداز، خالص علمی ہے، اس کتاب کا حقیقی موضوع صرف فسق یزید اور اس سے متعلقہ مباحث ہیں، مولانا نے روایتوں کے رفض و قبول میں جانبداری سے گریز کیا ہے، اور بہت حد تک اعتدال کا دامن تھام رکھا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت حکیم الاسلام نے شہید کربلا اور یزید میں اہل سنت والجماعت کا جو موقف لکھا ہے وہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ میں نے ان تمام روایتوں کی اصل مراجع سے مطابقت کیلئے نظر ثانی کی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس شان کی کتاب حضرت محدث اعظمی کی طرف سے آنی چاہیے تھی، وہ اس کے زیادہ حق دار تھے کہ روایتوں میں صحیح اور سقیم کا فرق کرتے اور معتدل انداز گفتگو اختیار کرتے، جو ان کی شناخت رہی ہے؛ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا، وہ فسق یزید کو مختلف فیہ بتاتے ہیں، پھر عدالت یزید کیلئے دلیل فراہم کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگر ان

کی بات صحیح بھی ہو تو اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ کے نقطہ نظر کی وضاحت ہوگی۔
 کے اہل سنت والجماعت کے تمام افراد کے نقطہ نظر کی، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے
 ہے کہ ”عرض ناشر“ کے عنوان سے جو مختصر تحریر کتاب کے شروع میں لائق کی گئی ہے، اس
 میں یہ درج ہے کہ ”ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تذکرہ کے لیے محدث جلیل حضرت
 مولانا الاعظمی کا رسالہ بھی شائع کر دیا جائے؛ تاکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ
 واقعہ کربلا اور یزید کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند یا علمائے اہل سنت کا مسلک وہ نہیں ہے
 جو ”شہید کربلا و یزید“ میں بیان کیا گیا ہے، یہ اعلیٰ درجے کی جرأت ہے، کہ مولانا اعظمی
 اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے دو نقطہ ہائے نظر تسلیم کریں اور ناشر صاحب دوسرے
 نظریے کو لغزش، حد اعتدال سے خارج؛ بلکہ سرے سے مسترد کر دیں۔

اس لیے ضروری تھا کہ خوان ولی الہی کا کوئی دیرینہ خوشہ چیں سامنے آئے اور اس
 مکتب فکر کی نمائندہ اہم شخصیات کی تحریروں، نیز حدیث و تاریخ کی مستند مآخذ کی روشنی میں
 اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر واضح کرے۔

میری یہ بساط نہیں کہ اس موضوع پر کچھ لب کشائی کر سکوں، رب ذوالجلال کی بارگاہ
 میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ رب العالمین! تاحیات اہل سنت والجماعت کے موقف پر
 ثابت قدم رکھیے اور ہر قسم کے فتنہ سے حفاظت فرمائیے۔ آمین

مناسب ہے کہ آخر میں مصنف کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے، جو درج ذیل ہے:

مؤلف کا مختصر تعارف:

حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی دامت برکاتہم کی ولادت بارہ اپریل ۱۹۴۷ء کو،
 کابرنامی گاؤں، تھانہ کوچ (موجودہ تھانہ آنٹی) ضلع گیا بہار میں پیدا ہوئے، آپ کے والد
 کا نام سید سلطان احمد تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم، گیا کے مشہور ادارہ مدرسہ انوار العلوم میں درجہ
 عربی سوم تک حاصل کی، اس کے بعد شہر بنارس کے مشہور ادارہ مدرسہ مظہر العلوم میں تعلیم حاصل
 کی، اور وہیں رہتے ہوئے الہ آباد یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی،
 پھر جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر، ایک سال تعلیم حاصل کی، اس کے بعد بن

۱۹۶۷ء میں ایشیاء کی ماہ نامہ ناز در سگاہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور تقریباً ڈھائی سال وہاں استفادہ کیا؛ لیکن تعلیمی سلسلہ درمیان میں ہی منقطع ہو گیا، پھر اگلے سال جامعہ اسلامیہ امروہہ جامع مسجد ضلع مراد آباد یوپی میں، دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور شعبان سن ۱۳۹۹ء مطابق ۱۹۷۰ء میں فارغ ہوئے، اسی درمیان الہ آباد بورڈ سے عالم اور فضیلت کی سند حاصل کی، پھر علی گڑھ سے ادیب کامل کا امتحان دیا اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

تقریر اور مناظرہ میں شروع سے طاق تھے، اس لیے انہوں نے مباحثہ اور مناظرہ کو، اپنی جدوجہد کا عنوان بنایا، اور بالخصوص بدعات و رسومات کے خلاف ایک مضبوط محاذ سنبھالا، اور اس میدان کے فرد فرید ثابت ہوئے، جھریا، کٹک، اور کٹیہار کے مناظرے آپ کے تاریخی مناظرے ہیں، جن میں آپ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے کامیاب مناظر ثابت ہوئے اور ہزاروں افراد کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس کے علاوہ شہر بنارس کے متعدد اداروں میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اور تقریباً آٹھ نو سال تک وہیں مقیم رہے۔ پھر اکابرین کے مشورے سے ۱۹۸۴ء میں، صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع پلاموں میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی، جس کا نام دارالعلوم حسینیہ رکھا، یہ ادارہ حضرت کے زیر اہتمام مختلف میدانوں میں خدمت دین کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔

تصنیف اور تحقیق سے حضرت کا لگاؤ بڑا گہرا ہے، اب تک متعدد تحقیقی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر، منظر عام پر آ چکی ہیں، اور علمی حلقوں میں قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں، آپ کی چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ رضا خانیت کے علامتی مسائل

۲۔ بریلویت کا شیش محل

۳۔ عصمت انبیاء اور مولانا مودودی

۴۔ اعجاز قرآنی

۵۔ احسن الشیخ لرحکات التراتوج

۶۔ نمازوں کے بعد کی دعا

۷۔ مقتدی پر فاتحہ واجب نہیں ۸۔ انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک

۹۔ ترک تقلید ایک بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت مندر رکھے اور آپ کا علمی سایہ امت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى

آله واصحابه اجمعين. اما بعد!

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کوئی غیر معروف عالم نہیں ہیں، وہ ایک معروف عالم اور جلیل القدر محدث کی حیثیت سے علمی حلقوں میں جاسا پہچانے جاتے ہیں، انہوں نے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ”شہید کربلا و یزید“ پر ایک تبصرہ لکھا ہے، جو ان کے علم و فضل سے بہت فروتر ہے اور اہل سنت والجماعت کے موقف سے بھی منحرف ہے، حیرت ہے کہ مولانا مرحوم نے کیسے یہ تبصرہ لکھا اور اگر انہوں نے لکھ ہی دیا تھا تو ان کے وارثین نے اور ”مکتبہ ابوالمآثر مرقاۃ العلوم مؤ“ نے اس کو زیور طبع سے آراستہ کیونکر کر دیا، جبکہ ان کا یہ تبصرہ تمام اہل علم اور اکابر اہل سنت کے نزدیک غلط ہے، ولی اللہی جماعت اس تبصرہ کو رد کرتی ہے اور اہل سنت والجماعت اس کی مخالفت پر متفق اللسان نظر آتے ہیں، جیسا کہ ”شہید کربلا و کردار یزید“ نامی اس کتابچہ کو پڑھنے کے بعد قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا، اسی ضرورت کو محسوس کر کے اس تبصرہ کے خلاف یہ کتاب لکھ دی گئی ہے، یہ صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں ہے؛ بلکہ حدیث کی صحیح اور مستند روایتیں اس واقعہ کو بتاتی ہیں اور یہ واقعہ فروعی عقیدہ کو چھوٹا ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سرے سے یزید کے فاسق ہونے کا انکار کرتے ہیں، اگر انہوں نے صرف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر رد اور تنقید کی ہوتی تو شاید یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی؛ کیونکہ کسی بھی

تصنیف کا حرف بحرف صادق ہونا ضروری نہیں ہے، اس میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی یا کمزوری یا خلاف واقعہ باتیں آ ہی جاتی ہیں، جس کا رد بھی ایک ضروری امر ہے، ہماری کتاب کے اندر زیادہ حصے پر یزیدی کردار اور اس کے فاسق ہونے کے کارنامے بدلائل ذکر کئے گئے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل اور اس کے تعلقات پر بحث نہیں کی گئی ہے، ایک تو اس لئے کہ یزید کے فسق کا صرف اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کے فسق کیلئے اور بھی دلائل اور واقعات موجود ہیں، دوسرے اس لئے بھی کہ قتل حسین کا واقعہ حضرت حکیم الاسلام کی کتاب ”شہید کربلا اور یزید“ کا موضوع ہے اور اس میں تفصیل سے آچکا ہے میں نے اس واقعہ کو اسی لئے نظر انداز کر دیا ہے۔

کچھ قابل غور باتیں:

میری کتاب پڑھنے والے کو درج ذیل باتوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

کتاب میں جگہ جگہ تہذیب التہذیب اور البدایہ والنہایہ کے حوالے دئے گئے ہیں، اس سلسلے میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

(۱) حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان کا چھپا ہوا ہے جس کے اندر صرف ۶ جلدوں میں پوری کتاب ہے، بارہ جلدوں میں جو نسخہ ہے وہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔

(۲) البدایہ والنہایہ کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو بیس جلدوں میں چھپا ہے، بارہ جلدوں والا جو پہلے چھپا تھا وہ نسخہ ہمارے سامنے نہیں ہے، بیس جلدوں والا نسخہ دار ابن کثیر بیروت سے چھپا ہے اور اس پر حاشیہ بھی لکھا ہوا ہے وہی ہمارے سامنے ہے اور اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۳) نایاب کتابوں کے حوالے انٹرنیٹ سے حاصل کر کے دیئے گئے ہیں بالخصوص

امام غزالی وغیرہ کی بعض کتابوں کی تردید۔

یزید کی بیعت اور اہل مدینہ:

ہم نے اپنی بحث کا آغاز بخاری شریف کی ایک روایت سے کیا ہے، حالانکہ واقعہ کی ابتدا قاعدے میں اس سے نہیں ہونی چاہئے تھی، مگر چونکہ وہ روایت اس بحث میں نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس لئے آغاز اسی سے کر دیا ہے، قارئین کرام سے اس کیلئے معذرت چاہوں گا۔

لما خلع اهل المدينة يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر حشمه وولده فقال: انى سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول: يُنصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وانى لا اعلم غدراً اعظم من ان يُباع رجل على بيع الله ورسوله ثم يُنصب له القتال، وانى لا اعلم احداً منكم خلعه ولا بايع فى هذا الامر الا كانت الفیصل بنی وبنه. (صحیح البخاری، ص ۱۰۵۳ / ج ۲، باب اذا قال عند قوم شیناً ثم خرج فقال بخلافه، رقم الحديث: ۷۱۱۱)

جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خاص لوگوں اور اپنے لڑکوں کو جمع فرمایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرما رہے تھے ہر غدار کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یعنی یزید بن معاویہ) کیلئے اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑی غداری نہیں جانتا کہ کسی شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اسی کے خلاف جنگ و قتال بھی کیا جائے، اس لئے میں تم میں سے کسی کے بارے میں نہیں جانتا چاہتا ہوں کہ اس شخص کی بیعت توڑے اور نہ یہ کہ اس معاملہ میں کسی کی بیعت کرے الا یہ کہ یہ بات میرے اور اس شخص کے علیحدگی کی باعث ہوگی۔

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قلت: وكان السبب فيه ما ذكره الطبري مستندا أن يزيد بن معاوية كان أقر على المدينة ابن عمه عثمان بن محمد بن أبي سفيان، فأوفد إلى يزيد جماعة من أهل المدينة منهم عبد الله ابن غسيل الملائكة حنظلة بن أبي عامر وعبد الله بن أبي عمرو بن حفص المخزومي في آخرين فأكرمهم وأجازهم فرجعوا فآظفروا عينه وتسبوه إلى شرب الخمر وغير ذلك (فتح الباري: ج ۱۳ ص ۸۷ مطبوعه المكتبة الاشرفية، ديوبند)

میں ابن حجر کہتا ہوں: اس بیعت کو توڑنے کا سبب جو علامہ ابن جریر طبری نے مستدا ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا، اور اس نے اہل مدینہ کی ایک جماعت کو بطور وفد یزید کے پاس بھیجا جس میں عبد اللہ بن حنظلہ اور عبد اللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی اور دوسرے لوگ بھی تھے، یزید نے ان کا اعزاز و اکرام کیا اور انعامات سے نوازا، لیکن جب یہ لوگ لوٹ آئے تو انہوں نے یزید کا عیب بیان کیا اور اس کو شرابی بتایا اور اس کے علاوہ بھی اس کے عیوب بیان کیے۔

مذکورہ بالا روایت کی مزید تفسیح:

اس جگہ دو متن باتیں خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے:

(۱) یہ کہ علامہ محمد بن جریر طبری نے جو سند اس روایت کی ذکر کی ہے اس میں ایک راوی ابو مخنف ہے جس کا اصل نام لوط بن یحییٰ ہے اور وہ غیر معتبر راوی ہے اور اس کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں: "شیعی محرق" کہ جلا بھنا شیعتہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس سند پر کوئی جرح نہیں کی، بلکہ خاموشی سے گذر گئے جو روایت کو قبول کرنے کی علامت ہے، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ طریقہ خود ان کے شایان شان نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت میں ایک غیر معتبر اور غیر ثقہ راوی ہے، لیکن جوابات غیر معتبر شیعتہ راوی نے نقل کی ہے دوسرے ثقہ اور

معتبر راوی بھی نقل کرتے ہیں، اس لئے روایت معتبر ہوگی، پھر راوی ۷۰ ہجری سے کچھ پہلے انتقال کر چکا ہے اور دوسری صدی ہجری سے پہلے پہلے جو شیعہ راوی گذرے ہیں وہ رافضی نہیں تھے اور محدثین نے دوسری صدی سے پہلے والے شیعہ کی روایت کو قبول فرمایا ہے، خود علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: أبان بن تغلب کوئی جس کی روایات کو امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، ان کو کئی محدثین نے عالی شیعہ بتایا ہے، ان کے متعلق امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهو من اهل الصدق في الروايات وان كان مذهبه مذهب الشيعة وهو في الرواية صالح لا باس به، قلت هذا قول منصف.

ترجمہ: وہ روایت میں سچائی برتنے والوں میں سے ہے اگرچہ اس کا مذہب شیعہ کا مذہب ہے، لیکن نقل میں ٹھیک ٹھاک اور لا باس بہ ہے، منصفانہ بات یہی ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

فالتشيع في عرف المتعلمين هو اعتقاد تفضيل علي علي عثمان وان علياً كان مصيأ في حروبه، وان مخالفة مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما، وربما اعتقد بعضهم أن علياً افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإذا كان معتقد ذلك ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا، لا سيما ان كان غير داعية، وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضي العالي ولا كرامة. (تهذيب التهذيب: ج ۱ ص ۶۳)

أبان بن تغلب جس کی وفات ۲۳۰ھ یا ۲۳۱ھ میں ہوئی اس کے متعلق محدثین کی یہ رائے ہے تو ابو جعفر لوط بن یحییٰ جس کی وفات ۱۷۰ھ سے کچھ قبل ہی ہوئی اس کی روایت کیوں قبول نہ کی جائے گی حالانکہ وہ معتدین شیعہ میں سے ہے۔

۱۔ واكثره من رواية ابي مخنف لوط بن يحيى وقد كان شيعياً وهو ضعيف الحديث عند الأئمة۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ ص ۲۸۳)

شیعہ اور روافض کے درمیان فرق؛

شیعہ اور رافضی میں فرق ہے، متقدمین کی عرف میں شیعہ اس شخص کو کہا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفین کو خطا وار سمجھتا تھا، حالانکہ وہ حضرات یحییٰ بن جعفر یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تقدیم و فضیلت کا قائل ہوتا تھا اور کبھی کبھی اس کو بھی شیعہ میں ہی مانا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل المخلوق مانتا ہو، لیکن ایسا عقیدہ رکھنے کے بعد صادق القول و یدار پر ہیزگار اور عبادت گزار ہو تو صرف اس اعتقاد کی بنیاد پر اس کی روایت نہیں مردود قرار پائے گی، بالخصوص جبکہ وہ اپنے عقیدہ کی دعوت بھی نہ دیتا ہو، لیکن متاخرین کے عرف میں خالص رافضی پر تشیع کا اطلاق ہونے لگا اب رافض بمعنی تشیع ہو گیا تو اس کی گنجائش نہیں رہ گئی۔

لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے ابوتخلف لوط بن یحییٰ کی روایت صرف اسی بنیاد پر قبول نہیں کی ہے، بلکہ دوسروں سے بھی مروی ہونے کی وجہ سے قبول کی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ خلافت کے ابتدائی دور میں یزید کی کارکردگی:

دوسری بات اس جگہ یہ بھی دھیان میں رہنی چاہئے کہ یزید بن معاویہ جب خلیفہ ہوا تو اس سال امراء و عمال میں کوئی تبدیلی نہیں کی؛ بلکہ اس سال اپنے والد کے امراء و وایوں کو ہی برقرار رکھا، البتہ ایک دو سال کے بعد اس نے تبدیلیاں ضرور کیں اس کو ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے۔

فاقر نواب ابیہ علی الاقالیم ولم یعزل احداً منهم، وهذا من ذکاتہ۔
(البدایہ والنہایہ ص ۲۱۳ ج ۸)

ایک سال بعد ۶۱ھ میں اور ۶۲ھ میں بستان و خراسان سے دونوں بھائیوں عباد و عبد الرحمن کو خراسان اور بستان سے ہٹا کر مسلم بن زیاد کو دونوں جگہ کا گورنر بنادیا، ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فتیبا ولی یزید بن معاویہ مسلم بن زیاد سجستان و خراسان حسین
وفد علیہ ولہ من العشر أربع وعشرون سنة وعزل عنہا اخوید عباداً
وعبدالرحمن۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۹۶)

یہاں بات علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ اپنی تاریخ کمال میں بھی لکھی ہے فرماتے ہیں:
فلو لا خراسان وسجستان اسی سال مسلم بن زیاد کو خراسان و سجستان کا والی
بنایا۔ (الکامل لابن اثیر: ج ۱، ص ۶۳۲)

اس کے بعد ۶۲ھ میں یزید نے مدینے سے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو معزول کر دیا
اور اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی مقرر کر دیا اور واقعہ حرہ کے وقت یہی
مدینہ کا والی تھا اور یہ تاریخ کا راور نو عمر بھی تھا، علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۳۰۲،
پہا اور علامہ ابن اثیر تاریخ الکامل: ج ۱، ص ۶۳۲، پر لکھتے ہیں:

ف عزل یزید الولید و ولی عثمان بن محمد بن ابی سفیان
و هو فتی غر حدث لم یجرب الأمور۔
اسی ۶۲ھ میں یزید نے ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عثمان بن محمد کو مدینہ کا
والی بنادیا اور وہ تاریخ کا راور نو عمر اور بھولا بھالا تھا۔

سابقہ تاریخی شواہد اور محدث اعظمیؒ کی تحقیق میں عدم مناسبت:

پہلی بات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مورخ محمد بن جریر طبری سے نقل کی ہے اور
یہاں بات حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر بھی لکھ رہے ہیں، لیکن محدث جلیل محقق کبیر حضرت
مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے نہ معلوم کہاں سے اور کیسے اس کے برخلاف لکھ دیا۔
بعض تاریخی بیانات کی بنا پر کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ اس نے ولید بن عتبہ کو ولایت مدینہ سے
..... معزول کر دیا تھا، لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یزید نے ولید بن عتبہ کو

ولی ہذا النہ۔ (ابن اعدی و تین) عزل یزید عن إمرة الحرمین عمرو بن سعید و أعاد إليها
الولید بن عتبہ بن ابی سفیان فو لاہ المدینہ۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۹۶)

معزول کرنے کے بعد پھر مدینہ کا والی مقرر کر دیا تھا و کچھوا بن اشتر بن ساسان ۵۰۵ھ، تیسرہ بر شہید کربلا ویزید صفحہ ۳۲۔

حضرت مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ ۶۲ھ سے پہلے دوبارہ مدینہ کا والی بنایا تھا یا ۶۲ھ کے بعد، میرا دعویٰ ۶۲ھ کے بعد دوبارہ والی نہ بنانے کا ہے، مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے مزید لکھ دیا: ”بہر حال اپنے والد کے کسی والی کو یزید نے بالکلیہ معزول نہیں کیا۔“ یہ بات بھی مولانا مرحوم کی بالکل خلاف تحقیق ہے، یہ صرف اتنا ہی مولانا نے لکھا، تو ثابت بھی غلط ہوتا، مزید اس پر قسم یہ فرمادیا کہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ پر الزام یہ بھی دے ڈالا کہ: ”اگر مہتمم صاحب کے علم میں اس کے خلاف ایک بھی تاریخی شہادت موجود ہو تو ہم کو اس بیان سے رجوع کرنے میں مطلق تامل نہیں ہوگا، لیکن محض تحریر اور صرف انکل سے بلا ثبوت و بے حوالہ مہتمم صاحب یا ان سے بھی بڑے کسی عالم کا یہ کہہ دینا کہ یزید عموماً شیوخ کو ہٹا کر صبیان کو نامزد کرتا تھا، انصاف کی رو سے قابل قبول نہیں، مہتمم صاحب کو سوچنا چاہیے کہ یزید فاسق سبی مگر مسلمان تھا، کافر نہیں تھا اور کافر بھی ہوتا تو یہ کس طرح جائز ہے کہ بے سرو پا الزامات اس کے سر تھوپے جائیں۔“ (تیسرہ بر شہید کربلا ویزید: ص ۳۳)

سطور بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، محدث ابن کثیر علامہ طبری علامہ ابن اشتر نے لکھا ہے کہ یزید نے ما تجربہ کاروں اور کم عمر نو جوانوں کو مدینہ منورہ اور خراسان و بھستان کا والی بنایا تھا اور واقعہ حرہ کے وقت بھی مدینہ کا والی عثمان بن محمد کو ہٹا رکھا تھا،

۱۔ اولہم یزید علیہ ما یتحق و کان غالباً یتزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار و یولیہا الا صاغر من اقاربہ۔ عمدۃ القاری: ج ۲۳/ ص ۲۶۱۔ اور ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ وان اولہم یزید کما دل علیہ قولہ ابی ہریرۃ رأس السنین و امارۃ الصبیان فان یزید کان غالباً یتزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار و یولیہا الا صاغر من اقاربہ۔ فتح الباری: ج ۱۳/ ص ۱۳، مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

۲۔ دوبارہ ولید بن عقبہ کو مدینہ کا والی ۶۱ھ میں بنا گیا تھا، لیکن ۶۲ھ کی معزولی کے بعد عثمان بن محمد والی مدینہ بنائے گئے، جو کم عمر نا تجربہ کار تھے اور واقعہ حرہ کے وقت بھی والی مدینہ تھے۔

یہ تینوں باتیں ایک سے زیادہ تاریخی حوالوں سے ثابت کر دی گئی ہیں اور تاریخی حوالے بھی درج کئے گئے ہیں، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ نے ابن اثیر: ج ۳ ص ۳۰۵ کے حوالے سے جو غلط بات لکھی افسوس کہ ابن اثیر کی عبارت ہمیں نقل فرمائی ہے جس کی وجہ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اتنے بڑے عالم محدث اور محقق کیلئے ایسی غلط بات ان کی شان کیلئے کتنا بڑا عیب ثابت ہوتی ہے، ولید بن عتبہ کا معزول ہونا تو معلوم اور متفق علیہ امر ہے، واقعہ حرہ کے وقت تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد کا ہونا علامہ ابن کثیر بھی لکھ رہے ہیں۔ ابن اثیر فرماتے ہیں:

سنة ثلاث وستين كان اول وقعة الحرّة ما تقدم من خلع يزيد:
فلما كان هذه السنة أخرج أهل المدينة عثمان بن محمد بن
أبي سفیان عامل يزيد وحصروا بني أمية بعد بيعتهم عبد الله بن
حنظلة. (تاریخ ابن اثیر ج اول ص ۶۳، اور قدیم نسخ ج ۳ ص ۱۱۲)

۶۳ھ اور واقعہ حرہ کا تذکرہ:

واقعہ حرہ کی شروعات جیسا کہ پہلے گذرا یزید کی بیعت توڑنے سے ہوئی جب یہ سال شروع ہوا تو اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان بن محمد کو نکال دیا اور بنو امیہ کا حصار کر لیا اور انہوں نے عبد اللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد یہ سب کچھ کر لیا۔

اس بیان سے صاف طریقے سے واضح ہے کہ ابن اثیر کے نزدیک اس سال تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد تھا اور ظاہر ہے کہ دوبارہ ولید بن عتبہ کو مدینہ کا والی بنایا ہوگا تو اس کے پہلے ہی بنایا ہوگا کیونکہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا ہے اور ربیع الاول ۶۳ھ میں اہل صہبانی پارٹی کے دو ارکان (۱) خود یزید (۲) عبید اللہ بن زیاد والی عراق پھر ۲۲ سال عثمان بن محمد عامل مدینہ کو عمرونا تجربہ کار تھے تینوں میں کوئی حضرت معاویہ کے زمانہ میں کہیں کے والی نہ تھے، تینوں یزید کے قریبی رشتہ دار بھی تھے اور کم عمر بھی۔

یزید بن معاویہ کا انتقال ہو جاتا ہے واقعہ حرہ اور وفات یزید کے درمیان کل تین مہینہ کا واقعہ ہے اس تین مہینے کے اندر ولید بن عتبہ کو دوبارہ مدینہ کا والی بنانا ابن اشعر کے حوالے سے نقل کرنا سہواً ہی ممکن ہے ورنہ ابن اشعر کے جلد اور صفحہ کا حوالہ دیکر نقل کرنا صرف اور صرف ایک قلعی نہیں بلکہ ابن اشعر پر تہمت لگانا اور علمی دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔

۶۳ھ کے بیان میں ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وفي هذه السنة توفي يزيد بن معاوية بحوارين من أرض الشام لأربع عشرة خلت من شهر ربيع الأول وهو ابن ثمان وثلاثين سنة في قول بعضهم، وقيل: تسع وثلاثين، وكانت ولاية ثلاث وستين شهراً وقيل توفي في ربيع الأول سنة ثلاث وستين وكان عمره خمساً وثلاثين سنة وكانت خلافه ستين وثمانية أشهر والأول أصح. (ابن اشعر ج اول ص ۶۳)

اسی ۶۳ھ میں ۱۲ ربیع الاول کو، شام کے گاؤں حوارین میں، اڑتیس سال کی عمر میں یزید بن معاویہ کی وفات ہوئی، بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یزید کی عمر انچالیس سال تھی اور اس کی حکومت ساڑھے تین سال کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی وفات ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوئی اور اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور اس کی حکومت دو سال آٹھ مہینہ رہی، پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

لہذا ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ بیان کہ مدینہ کا وفد عثمان بن محمد نے بھیجا تھا اور حرہ کا واقعہ بھی اسی کے زمانہ ولایت میں پیش آیا بالکل صحیح ہے اور ابن اشعر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

یزید کے شراب پینے کی روایات:

محدث اعظمی نے یزید کے شراب پینے کے واقعہ کو یزید پر ایک قسم کا الزام لکھا ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی روایات کی روشنی میں اس کی تحقیق کی جائے۔ اس تعلق سے عرض ہے کہ یزید کے شراب پینے کا واقعہ صرف طبری سے یا صرف کسی

ایک ہی سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متعدد سندوں سے ہے اور صرف تاریخوں سے ہی ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے متعدد سندوں اور احکام کو ثابت کرنے والی صحیح حدیثی سندیں بھی موجود ہیں جیسا کہ اس کا بیان بعد میں ہوگا۔

علامہ ذہبی کی تحقیق:

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

وقال الواقدي: أخبرنا ابن أبي ذئب عن صالح بن أبي حسان أخبرنا اسماعيل بن ابراهيم المخزومي عن أبيه وحدثنا سعيد بن محمد بن عمرو بن يحيى عن عباد بن تميم كل قد حدثني قالوا لما رثب اهل الحرة أخرجوا بني امية عن المدينة واجتمعوا على عبد الله بن حنظلة وبأنيعهم على الموت، قال يا قوم اتقوا الله فوالله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا أن نرمى بالحجارة من السماء، إنه رجل ينكح امهات الأولاد والبنات والأخوات ويشرب الخمر ويدع الصلاة الخ. (تاريخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۳)

واقدي کہتے ہیں مجھ کو ابن ابی ذئب نے خبر دی ہے وہ صالح بن حسان سے روایت کرتے ہیں ان کو اسماعیل بن ابراہیم مخزومی نے بتایا اور وہ اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور مجھے سعید بن محمد عمرو بن یحییٰ نے عبادہ بن تمیم سے حدیث بیان کی ہے کہ جب اہل حرہ کو دپڑے اور بنی امیہ کو مدینے سے باہر نکالا اور عبد اللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر کے اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا بخدا ہم لوگ یزید کے خلاف اس وقت نکلے جب ہم کو آسمان سے سنگ سار کئے جانے کا خطرہ ہوا، وہ یزید ام ولد اور ام ولد کی بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے اور شراب پیتا ہے نمازیں چھوڑتا ہے۔

اس جگہ یہ بات یاد دہانی چاہئے کہ عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ شراب

خوری اور دیگر حرام کاری کی یزید کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، اس لئے مجالِ جہوت نہیں بول سکتا ہے، اب اس روایت کی دوسندیں ہیں۔

پہلی سند

(۱)۔۔۔ محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہ بن الحارث جو ابن ابی ذعب ہیں، یہ ثقہ ہیں۔
(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۵ ص ۱۹۵)

(۲)۔۔۔ صالح بن ابی حسان، ثقہ۔ (تہذیب المعجم ج ۲ ص ۵۲۸)

(۳)۔۔۔ اسماعیل بن ابراہیم مخزومی التونی ۱۶۹ھ ثقہ۔ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۱۷۴)

(۴)۔۔۔ ابو ابراہیم بن عبد الرحمن مخزومی بخاری کے راویوں میں ہیں اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۹۱)

دوسری سند

(۱)۔۔۔ سعید بن محمد در حقیقت عمرو بن یحییٰ التونی ۱۳۰ھ ثقہ ہیں۔ احمد بن حنبلہ جلد ۲ ص ۳۹۲۔ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ الانصاری المازنی المدنی۔

(۲)۔۔۔ عباد بن تمیم غلط ہے، یہ نام عباد بن تمیم ہے۔

(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۳ ص ۶۲، ۶۳، تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۲۱۱)

مذکورہ بالا روایت کی سندوں کی تحقیق:

بخاری میں دو جگہ یہ سند موجود ہے (۱) جلد اول ص ۲۱۵۔ (۲) بخاری جلد دوم ص ۵۹۹۔ اور دونوں جگہ عمرو بن یحییٰ بن عباد بن تمیم ہے اور یہ سند صحیح ہے یہ گفتگو دوسری سند سے تعلق رکھتی ہے، پہلی سند میں کوئی کلام کی گنجائش نہیں ہے وہ تو بالکل صحیح اور بے غبار ہے سند ہے البتہ محمد بن عمرو اقدی جنہوں نے یہ سند نقل کی ہے اس میں کلام ہے مگر حافظ ذہبی نے ان کو زیادہ سے زیادہ ضعیف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

وقد تقرر ان الواقدي ضعيف. اور یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اقدی ضعیف ہے۔

۱۔ سعید بن محمد بن عمرو بن یحییٰ مجھے کوئی راوی نہیں ملے۔

اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ان وزنه عندی انه مع ضعفه یکتب حدیثه ویروی لانی لا ائیمه
بالوضع، وقول من اهلره فیه مجازفة من بعض الوجوه کما انه
لا عبرة بتوثیق من وثقة..... إذ قد انعقد الإجماع الیوم انه لیس

بحجة، وان حدیثه فی عداد الواهی. (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۵۰)

میرے نزدیک اس کا وزن یہ ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے
گی کیونکہ وہ متہم بالوضع نہیں ہے اور جنہوں نے اس کی بات کو غلط اور بیکار ٹھہرایا
ہے ان کی بات میں تھوڑا انکل پنا اور مجازفت ہے جیسا کہ ان لوگوں کی توثیق کا
بھی کوئی اعتبار نہیں ہے جنہوں نے اس کو ثقہ کہا ہے کیونکہ آج اس پر اجماع
ہو چکا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں اس کی روایت ضعیف راویوں میں شمار ہوگی۔

قریب قریب یہی فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے واقدی کے سلسلہ میں
تہذیب الجذیب ج ۵ ص ۲۳۶ پر لکھا ہے: وقد استقر الاجماع علی وھن الواقدی
واقدی کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس لئے محمد بن عمر واقدی ضعیف تو ہیں لیکن کاذب غیر
معتبر اور بالکل کنڈم راویوں میں سے نہیں ہیں، اس کی ایک سند میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بھی
ایک ضعیف راوی گذر چکے ہیں اور یہ قاعدہ اصول حدیث کا آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب دو مختلف
سندوں میں الگ الگ دو راوی ضعیف ہو تو تعدد طرق کی بنیاد پر روایت قابل اعتبار ہو جاتی ہے
اور ان میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے احکام میں استدلال کرنا جائز ہو جاتا ہے۔
اس لئے ابو مخنف کے ساتھ واقدی کا ہونا سند میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔ شیخ عبدالحق
محدث دہلوی فرماتے ہیں:

والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره

ایضاً، (مقدمہ مشکوٰۃ الشیخ عبدالحق ص ۲)

اور وہ ضعیف حدیث جو تعدد طرق کے ذریعہ حسن لغيرہ کے مرتبہ کو پہنچ جائے

وہ بھی بالا جماع قابل احتجاج ہوتی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شرح نخبة الفکر میں لکھتے ہیں:

بان یکون ضعیفا فی نفسه لکن کثرت طرقه او اعتضد بحديث

صحيح. (شرح شرح نخبة الفکر ص ۱۳۶)

بایں طور کہ بذات خود حدیث ضعیف ہو مگر اس کی سندیں زیادہ ہو یا اس کی سند

کے لئے کوئی صحیح السند حدیث کی مدد بھی موجود ہو۔

یعنی حدیث ضعیف کی کئی سندیں پائی جاتی ہو یا ایک صحیح السند حدیث سے اس کی مدد

ثابت ہو جاتی ہو تو وہ متعدد الطرق اور صحیح سند سے تقویت کے بعد وہ ضعیف السند بھی

بالا جماع قابل استدلال اور لائق احتجاج ہو جائے گی اس میں محدثین کا کوئی اختلاف نہیں

ہے اور راوی کا صرف شیعہ ہونا بھی مفسر نہیں ہوگا؛ کیونکہ ابو یوسف لوط بن یحییٰ یا محمد بن عمر

واقفی دونوں محدثین یعنی دو صدی کے قبل والوں کی اصطلاح میں شیعہ ہیں جو شیعہ داعیہ

یعنی متاخرین کی اصطلاح والے شیعہ بمعنی رافضی نہیں ہیں اور روایت صرف ایک ضعیف

روایت ہے جو اجماع اور تائید کی بنیاد پر تعدد طرق کے بعد بالاتفاق قابل استدلال ہوگی

اور یہاں مسئلہ زیر بحث میں صرف یہی دو ضعیف روایتیں نہیں ہیں؛ بلکہ تیسری ضعیف

روایت بھی پائی جاتی ہے بلکہ ایک صحیح روایت اور کئی مرسل اور منقطع روایتیں بھی پائی جاتی

ہیں؛ جیسا کہ بعد میں آئے گا، فی الحال ایک تیسری ضعیف روایت اور پڑھ لیجئے محدث

طبرانی فرماتے ہیں اور ان سے محقق محدث ابن کثیر علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں:

قال الطبرانی: حدثنا محمد بن زكريا الغلابي حدثنا ابن عائشة

عن أبيه قال: كان يزيد في حديثه صاحب شراب (۱) ياخذ ماخذ

(۱) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ عربی میں شراب کے معنی صرف مشروب کے ہیں اور مشروب ہر قسم کے

مشروبات کو کہتے ہیں، صرف خمر کے لئے خاص نہیں ہے، جواباً عرض ہے مشروب لفظ شراب عام کے معنی

میں ہے لیکن قرینہ کی وجہ سے خاص خمر پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث کل شراب اسکر

لہو حرام میں بولا گیا ہے۔ دیکھئے مسلم۔

الاحداث، فاحس معاویہ ہذا لک صاحب ان یعظہ فی رفق
(الہدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۲)

اس سند میں کل چار درج ذیل راوی ہیں:

(۱)..... الحافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب النعمانی الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ۔

(۲)..... محمد بن زکریا الغلابی البصری المتوفی ۲۹۰ھ ذکرہ ابن حبان فی الثقات

وقال یعتبر بہ إذا روى عن ثقة. الروض الدانی ج ۲ ص ۱۱۸، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۰،

وقال الصفدی فی الوافی بالوفیات ج ۲ ص ۶۳: عدادہ فی الضعفاء۔

(۳)..... ابن عائشہ هو عبد اللہ بن محمد بن حفص بن عمر بن

موسی المعروف بالعیشی والعائشی وابن عائشہ من ولد عائشہ بنت

طلحہ صدوق ثقة المتوفی ۵۲۸ھ۔ تہذیب الجہد ج ۳ ص ۳۲۔

(۴)..... ابو ابن عائشہ هو محمد بن حفص بن عمر بن موسی

البصری ثقة، علامہ زین الدین القاسم ابن قطلوبغا نے اپنی کتاب "الثقات ممن لم یقع فی

الکتب الستہ، جلد ۸ ص ۲۵۵ پر ثقات میں شمار کیا ہے اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج ۱

ص ۱۶ میں اور محدث ابن حاتم نے الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۳۱ پر ان کا ذکر کیا ہے۔

یزید کے فاسق اور شرابی ہونے پر ناقابل انکار دلائل و شواہد:

محدث طبرانی سے مذکور الصدر روایت نقل کی گئی ہے جس کے راویوں میں سب ثقہ

ہیں صرف ایک محمد بن زکریا غلابی ضعیف ہیں اور وہ ثقہ سے روایت کر رہے ہیں، اس لئے

قابل اعتبار اور دوسرے راویوں کی وجہ سے لائق اعتماد بھی ہیں، ابھی تک جو روایتیں نقل کی

گئیں ہیں اور ان سے یزید کا شراب خور ہونا ثابت کیا گیا ہے، الگ الگ سب ضعیف

روایتیں تھیں اس لئے تعدد طرق کی بنیاد پر ان کو قابل استدلال قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک

صحیح روایت بھی اس کے شراب خور ہونے کی دلیل میں پیش کی جا رہی ہے، اس کو بغور

ملاحظہ فرمائیں اور اچھی طرح غور و فکر سے کام لیجئے۔

علامہ ابی اس کا مختصر تذکرہ اپنی دو کتابوں میں کر رہے ہیں اور ابی اس کی التہذیب جلد ۸ ص ۳۲۸ پر اس روایت کو مکمل طور پر نقل فرماتے ہیں۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۰ پر لکھتے ہیں:

عن صخر بن جویبر عن نافع قال مشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى ابن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی فقال ابن مطیع: إله یشرّب الخمر ویترک الصلاة ویعدی حکم الكتاب، قال ما رأیت ما تذكرون، وقد أقمت عنده، فرأیته مواظباً للصلاة متحرراً للخیر یسال عن الفقه قال، ذاک تصنع وریاء. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۰)

اور علامہ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام ج ۳ ص ۳۷۸ پر لکھتے ہیں:

وزاد فیہ المحدثی عن صخر عن نافع لمشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى محمد بن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی وقال ابن مطیع: إن یزید یشرّب الخمر ویترک الصلاة ویعدی حکم الكتاب، قال: ما رأیت منه ما تذكرون، وقد أقمت عنده فرأیته مواظباً للصلاة متحرراً للخیر یسال عن الفقه قال: کان ذالک منه تصنعاً لک وریاء. (تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۳ ص ۳۷۸)

اور اس روایت کو حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ پوری سند کے ساتھ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۲۸ و ۳۲۹ پر بحوالہ المحدثی لکھتے ہیں:

وقد رواہ أبو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بن أبی سیف للمحدثی عن صخر بن جویبر عن نافع عن ابن عمر فذکر مثله، ولما رجع أهل المدينة من عند یزید مشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى محمد بن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی

عليهم فقال ابن مطيع إن يزيد يشرب الخمر ويترك الصلاة ويتعدى حكم الكتاب فقال لهم، ما رأيت منه ما تذكرون وقد حضرته وأقيمت عنده فرأيت مواطياً على الصلاة متحريراً للخير يسأل عن الفقه ملازماً للسنة قالوا: فإن ذلك كان منه تصنعاً لك، فقال وما الذي خاف مني أو رجاحتني يظهر لي الخشوع أفاطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر فلئن كان أطلعكم على ذلك إنكم لشر كآزه وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بمعالم تعلموا، قالوا: أنه عندنا لحق، وإن لم تكن رأيناه، فقال لهم: أبى الله ذلك على أهل الشهادة، فقال (إلا من شهد بالحق وهم يعلمون) [الزخرف: ٨٦] ولست من أمركم

فی شیء قالوا: إذا نکرهک. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۹)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ کی نقل کردہ دونوں کتابوں کی عبارتوں میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی نقل کردہ اس عبارت کی سند کے اندر ایک فرق یہ ہے کہ ذہبی عن نافع کے بعد عن ابن عمر نہیں لکھتے ہیں اور حافظ ابن کثیر عن ابن عمر ذکر حدیثہ کا اضافہ بھی فرماتے ہیں جو میرے خیال میں غلط ہے۔

مولانا اعظمیؒ سے منقول عربی عبارت کا ترجمہ:

میں اس عربی کی نقل کردہ ایسی عبارت کا ترجمہ حضرت علامہ حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں لیکن پہلے یہ بتا دوں کہ اس واقعہ کی سند میں کل تین راوی ہیں تینوں اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔

(۱)..... امام ابوالحسن المدائنی جن کا پورا نام علی بن عبد اللہ بن ابی سیف ہے اور ان کی

تاریخ ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۲۲۳ھ یا ۲۲۵ھ ہے یہ نہایت ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۱۰۳)

(۲) عمر بن جوہر یا الترمذی ۱۶۰ھ سے زیادہ ثقہ ہیں۔

(میرالطام السلاویج ص ۵۸۸ تہذیب احمدیہ ص ۵۲۳)

(۳) تافع مولیٰ بن عمر الترمذی ۱۹۰ھ ثقہ۔ (تہذیب احمدیہ ص ۶۰۶)

اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت مضبوط اور پختہ ہے، کسی گیل و قال کی قابل ذکر کوئی وجہ نہیں ہے۔ سند کے تعلق سے اس وضاحت کے بعد مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ کا ترجمہ پڑھئے:

”ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب مدینہ والوں کا وفد شام سے واپس آیا تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی ابن الحنفیہ کے پاس آئے اور ان کو بھی خلع بیعت پر آمادہ کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا پھر ان میں اور عبداللہ ابن مطیع میں یہ گفتگو ہوئی:

عبداللہ بن مطیع: یزید شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے۔

ابن الحنفیہ: میں نے وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم ذکر کرتے ہو حالانکہ میں اس کے پاس گیا ہوں اور اس کے پاس ٹھہرا ہوں، میں نے تو اس کو برابر پابند نماز اور خیر کا طالب اور اس کا قصد کرنے والا دیکھا ہے وہ احکام شرع کو پوچھتا رہتا ہے اور میں نے اس کو سنت کا التزام کرنے والا دیکھا ہے۔

عبداللہ بن مطیع: وہ یہ سب دیکھانے کے لئے بناوٹی کرتا تھا۔

ابن الحنفیہ: مجھ سے اس کو کیا خوف تھا یا کیا امید تھی کہ وہ میرے لئے خشوع

ظاہر کرے گا اچھا تم جو اس کی شراب خوری کا ذکر کرتے ہو تو کیا اس نے تم کو

اس پر مطلع کیا ہے، تو تم اس کے شریک (بزم و حریف بادہ) ہو اور اگر اس نے

تم کو مطلع نہیں کیا ہے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہیں

اس کی شہادت دو۔

عبدالحق مطہر: ہمارے نزدیک تو واقعی ہے اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔
 ابن الحنفیہ: اہل تہذیب نے شہادت دینے والوں کو اس کی اجازت نہیں دی ہے
 بلکہ انکار کیا ہے اور فرماتا ہے "الأمن شہد بالحق و ہم یعلمون" اور میں
 تمہارے اس کام سے بیزار ہوں یا مجھ کو تمہارے اس کام سے کوئی سروکار نہیں۔
 یہی ہے کہ کل ثبوت بیزید کے فتنہ و فجور کا اور یہ ہے اس ثبوت پر حضرت علی مرتضیٰ
 کے فرزند امام ربانی حضرت محمد بن الحنفیہ کی شرعی جرح اور یہ ہے ان کا قرآنی فتویٰ بیزید
 قاسم دقاق کے لئے حجت کرنے کے جواز و عدم جواز کے باب میں۔"

(تیسرے شہید کریم آبادی بیزید ص ۸)

مولانا عظیمی کاغذ کورہ بالا تبصرہ اور اس کا تجزیاتی مطالعہ:
 مولانا عظیمی علیہ الرحمہ کے اس تبصرہ پر مجھ کو جو کچھ عرض کرنا ہے وہ تو بعد میں عرض
 کروں گا، سب سے پہلے ایک بار پھر یہ عرض کر دوں: یہ تاریخی بات یا کمزور ضعیف یا غیر
 مستبر روایت نہیں ہے کہ صرف پڑھ کر کوئی گزر جائے؛ بلکہ یہ روایت نہایت مضبوط سند کے
 ساتھ مروی ہے اور روایت کرنے والے عبد اللہ بن مطہر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اور محمد بن
 حنفیہ جیسے عالم اور تابعی سے مباحثہ اور تکرار کے درمیان نقل کر رہے ہیں اس لئے یہ صرف
 کسی تاریخی روایت کا انکار نہیں ہے؛ بلکہ صحیح الاسناد اور احکام ثابت کرنے والی حدیث
 روایت کا انکار کرنا ہے اور یہ وہ دروازہ کھولتا ہے کہ جس کے کھل جانے کے بعد شریعت کے
 کسی بھی ثابت شدہ حکم کو جھٹلانے کے لئے اجازت فراہم کرنا آسان بنا دے گا، اس لئے
 اس روایت کی صحت کے بعد اس پر غور و فکر سے کام لینے کی ضرورت ہے، اس لئے راویوں
 پر کلام فرما کر دیکھا جاتا ہے کہ سب ثقہ ہیں اور روایت متصل الاسناد اور صحیح ہے، اب آپ
 عبد اللہ بن مطہر صحابی اور محمد بن حنفیہ کی گفتگو جس کو علامہ عظیمی علیہ الرحمہ شرعی جرح کا
 دعوہ ہے میں اس پر غور فرمائیے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ علیہ الرحمہ نے اپنی گفتگو میں پہلی جرح یہ فرمائی ہے کہ:

شراب پیتا ہے تو کیا اس نے تم کو اس بات کی اطلاع دی ہے؟ اگر اطلاع دی ہے تو تم اس کے شریک بزم اور حریف بادہ ہو، جس مولانا عظمیٰ مرحوم یا ان کی جگہ کوئی دوسرا عالم بھی جو ان کی قائم مقامی کرتا ہو اس سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جرح شرعی کہلانے کے لائق ہے؟ کیا شراب پینے والا کسی کو اپنے پینے کی اطلاع دینے کی وجہ سے جس کو مطلع کرے گا وہ شخص شریعت کے نزدیک شریک بزم اور حریف بادہ ٹھہرے گا، اگر کوئی شرابی اقرار کرے کہ اس کی اطلاع دے اور کسی کے سامنے شراب خوری کی اطلاع اور اقرار کرے تو سب مطلع ہونے والے افراد اس شرابی کے شریک بادہ اور شرعاً مجرم ٹھہریں گے؟ کیا یہی جرح مولانا عظمیٰ کے نزدیک شرعی جرح ہے؟ کیا یہی محمد بن الحنفیہ جیسے عالم ربانی کا مسلک تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کو شرعی جرح کہنا نہ صرف حضرت محمد بن حنفیہ کو شریعت سے جا مل کر اوردینا ہے بلکہ خود بھی شریعت سے جا مل جاتا ہے، شراب خور کی اطلاع دینے پر جس کو مطلع کیا گیا ہے وہ نہ شریک بزم بنتا ہے نہ حریف بادہ قرار پاتا ہے۔

پھر اگر محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں دوسری بات بھی بطور جرح دیکھی جائے تو ”الا فمن شہد بالحق وہم يعلمون“ ہے اور یہ قرآنی آیت بھی بے دیکھے شہادت کا انکار کرنے کی دلیل نہیں بنتی ہے بلکہ بے علم کے شہادت دینے کا انکار کرتی ہے، اور یہی آیت کا مفاد بھی ہے اور غور کیجئے کہ محمد بن حنفیہ کے کلام میں علم تحقیقی کو شہادت کی شرط تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اور دیکھنا شرط نہیں مانا گیا اس لئے آیت مذکورہ کو دیکھنے کے لئے شرط شہادت قرار دینا محمد بن حنفیہ کی بات نہ سمجھنے کے مرادف ہے، اس لئے یہ بھی کوئی شرعی جرح قرار نہیں دی جاسکتی ہے اور خود عبداللہ بن مطیع نے یہ تشریح کر دی ہے کہ ہمارے نزدیک وہ یعنی بزم کا شراب پینا حق ہے اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ کی جرح کا خلاصہ:

اس لئے محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں صرف ایک جرح باقی رہ جاتی ہے کہ وہ بزم کے پاس خود گئے تھے لیکن ایسا کچھ دیکھا نہیں ہے جو عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے بتایا اس کا ایک

جواب تو خود عبد اللہ بن مطیع نے دیدیا ہے کہ یہ سب کچھ ریا کاری اور تصنع کی وجہ سے ہے۔
 دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ پہلے گئے تھے، وہ موجودہ حالت کے بارے میں نہیں
 رہے اور عبد اللہ بن مطیع ابھی ان کے بعد گئے ہیں، اس لئے ان کا بیان موجودہ حالت پر
 متعلق ہے، دونوں کے جانے کے درمیان تقریباً ایک سال کا وقفہ ہے، ایک سال پہلے کی
 شخص نہ پتا ہو اور ایک سال بعد پینے لگا ہو یا پہلے چھپ چھپا کر پتا ہو اور ایک سال بعد
 کھلا اعلان پینے لگا ہو، اس لئے عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کے بیان میں
 کوئی تضاد و اختلاف ہے، نہ کسی ناممکن بات کا بیان ہے بلکہ دونوں صحیح ہیں اور کسی پر کسی
 جرح ماننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو مولانا اعظمی کا علمی کمال ہی ماننا پڑے گا کہ انہوں نے
 ایک صحیح روایت کو جھٹلانے کے لئے روایت پر جرح کر ڈالی ہے، اس جگہ قارئین حضرات
 سے گزارش ہے کہ وہ یہ اعتراض نہ کریں کہ محدث اور محقق اعظمی علیہ الرحمہ پر روایت
 جھٹلانے کا الزام درست نہیں کیونکہ اس روایت پر تبصرہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی کیا
 ہے وہ فرماتے ہیں:

واعتراف الناس على بن الحسين زين العابدين و كليلك عبد
 الله بن عمر بن الخطاب لم يخلعا يزيدي ولا احد من بيت ابن
 عمر قد مثل محمد ابن الحنفية في ذلك فامتنع احد
 الامتناع ولا ظرهم وجادلهم في يزيدي، ورد عليهم ما اتهموا يزيدي
 به من شربه الخمر وتركه بعض الصلوات كما سيأتي مبسوطاً
 في ترجمة يزيدي قريباً ان شاء الله. (ابن أبي عمير ج ۸ ص ۳۸)

اور لوگوں سے الگ رہے امام زین العابدین بن علی بن حسین اور اسی طرح
 الگ رہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے یزید کی بیعت
 نہیں توڑی اور نہ ابن عمر کے گمروالے نے اور محمد بن حنفیہ سے بیعت توڑنے
 کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ شدت سے انکار کرتے رہے اور انہوں نے

بیعت توڑنے والوں سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا اور انہوں نے اس بات کا رد بھی کیا کہ وہ شراب پیتا ہے یا بعض نمازیں ترک کر دیتا ہے جیسا کہ یہ بات شرح وسط کے ساتھ یزید کے ترجمہ میں منقول ہے۔

جواباً عرض یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے خیال میں محمد بن حنفیہ نے یزید کی بیعت توڑنے سے شدت سے انکار کیا اور نقص بیعت سے بالکل باز رہے اور جنہوں نے یزید پر نماز چھوڑنے اور شراب پینے کی بات کہی، انہوں نے اس کا رد کیا اور جنہوں نے بیعت توڑنے کے لئے زور دیا ان سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا۔

یعنی ان کی بات کی تردید کی اور ان کو جواب دیا آپ اس جگہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ بھی تو دعویٰ کہہ رہے ہیں جو ابن کثیر علیہ الرحمہ کہتے ہیں، تو میں عرض کروں گا کہ بات کا رد کرنا اور ہے اور جواب دینا اور بات ہے، اس کی وجہ اپنے ذاتی سابقہ علم کی مخالفت بھی بن سکتی ہے اور محمد بن حنفیہ نے اپنے سابقہ علم کو بیعت توڑنے والے حضرات کے منہ سے بطور دلیل پیش بھی فرمایا ہے لیکن محمد بن حنفیہ عبد اللہ بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ کا جھوٹ یا ان کی کذب بیان کو اپنی دلیل کہیں نہیں بنایا ہے، اس کو بطور دلیل کہیں نہیں پیش فرمایا ہے، اس کے برخلاف مولانا اعظمی نے عبد اللہ بن مطیع کو محمد بن حنفیہ سے بطور دلیل غلط بیان کرنے والا اور محمد بن حنفیہ کو عبد اللہ بن مطیع کی تکذیب کرنے والا بنا دیا ہے اور یہ بھی لکھ مارا کہ:

اوپر تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یزید کی زندگی میں سوائے اس وفد کے جو مدینے سے شام گیا تھا کسی نے بھی یزید کی شراب خواری وغیرہ کا کبھی کوئی ذکر نہیں کیا اور اس وفد کے بیان کی بھی خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے تکذیب کر دی ہے۔ (تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۷۴)

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کو عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید کئی دیگر صحابہ کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی طرف تکذیب کی نسبت کرتے ہوئے جرأت کیسے ہوئی اور صحابہ کی طرف غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کا الزام

رکھتے وقت مولانا اعظمی کی غیرت ایمانی اور عقیدت صحابہ کا جذبہ کہاں چلا گیا تھا، اگر ہر واقعہ میں صرف عبد اللہ بن مطیع ایک ہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو کہا جاسکتا کہ وہ صحابی نہیں تھے لیکن اگر صحابی ہونے سے ان کے انکار بھی کر دیا جاتا ہے تو بھی بالاتفاق ایک تابعی اور ثقہ راوی تو ہیں ہی پھر جھوٹ بولنے والا شخص جس کی محمد بن حنفیہ جیسا حال رہائی تکذیب کرتا ہو وہ کسی طرح بھی مسلم شریف جیسی کتاب میں راوی بننے کا اہل باقی نہ جائے گا؟ جبکہ عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ مسلم شریف کے راویوں میں بالاتفاق شامل ہیں اور اس موقع پر ان کے ساتھ صحابہ میں بھی متعدد صحابہ موجود ہیں اور وہ سب بھی اس غلط بیانی اور کذب بیانی میں شریک ہیں؟ مولانا اعظمی نے جرأت اور بے باکی کے ساتھ تکذیب کر ڈالی اور محمد بن حنفیہ کے سر اس تکذیب کو ڈال دیا ہے اور صرف جواب دینے اور رد کرنے پر اکتفا کیوں نہیں کیا جیسا کہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے انہیں باتوں پر اکتفا کیا ہے۔

اس لئے مولانا اعظمی اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ میں بڑا فرق ہے، حضرت زید العابد بن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت توڑنے کا انکار کر کے اعتزال اور سب سے الگ تھلگ رہنے پر اکتفاء فرمایا، نہ بیعت توڑنے والوں سے الجھے نہ یزید کی حمایت میں شریک جنگ ہوئے، نہ اس کے شام سے آئے ہوئے لشکر میں شریک ہوئے نہ خلیفہ وقت یزید کی حمایت میں جنگ کے اندر شریک ہوئے؛ بلکہ ایک طرف کنارے ہو گئے حالانکہ انہوں نے یزید کی طرف منسوب کئے گئے شراب نوشی اور ترک نماز وغیرہ کا الزام صرف جھوٹ و خالص الزام و تہمت سمجھا ہوتا تو ان کی ذمہ داری تو صرف علیحدہ ہو جانے اور ایک طرف کنارے ہو جانے سے وہ شرعی ذمہ داری سے بری نہ ہو جاتے پھر حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمائیے وہ محمد بن حنفیہ کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہیں:

ناظرہم و جادلہم و ردعہم فی یزید و ردہ علیہم ما اتہموا یزید بہ۔
محمد بن حنفیہ نے ان سے مناظرانہ گفتگو فرمائی بلکہ ان سے جدال (یعنی کٹ جتنی بھی کیا) اور انہوں نے یزید پر جو تہمت رکھی تھی اس کی تردید فرمائی۔

صرف مناظرہ اور تردید کے لفظ سے دھوکہ لگ سکتا تھا اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ نے جادلہم کا اضافہ فرمادیا تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ گفتگو نہ تھی اور محمد بن حنفیہ بہت بڑے عالم ربانی ہیں، مگر علم و فضل میں عبداللہ بن مطیع سے زیادہ بھی نہ تھے، وہ ایک صحابی تھے اور عمر میں بھی محمد بن حنفیہ سے بڑے تھے اور علم و فضل میں بھی محمد بن حنفیہ سے زیادہ تھے اس لئے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے دونوں کی بحث و گفتگو پڑھنے کے بعد فیصلہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے حق میں دیا اور یزید کا شراب پینا ثابت مانا اور تنقید کو صحیح تسلیم کیا اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے فیصلہ محمد بن حنفیہ کے حق میں دیا اور یزید کے شراب پینے کو صحیح نہیں مانا، اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی مرحوم میں واضح اور کھلا ہوا فرق ہے، دونوں کو ابن کثیر کی طرح ایک نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

یزید کے شرابی ہونے کے بارے میں ابن کثیر کا موقف:

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا فیصلہ سنئے، وہ یزید کی شراب نوشی کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

قلت: یزید بن معاویۃ اکثر ما نقیم علیہ فی عملہ شرب الخمر
وابیان بعض الفواحش. (البدایہ النہایہ ج ۸ ص ۳۷۷)

یزید بن معاویہ کے کردار میں جو سب سے زیادہ مکروہ بات سمجھی گئی ہے وہ اس کا شراب پینا اور بعض نجس کار کا بکاب کرنا ہے۔

دیکھئے حافظ ابن کثیر نے بلا کسی تذبذب اور تردد کے یزید کی شراب نوشی کو قبول کر لیا ہے اور فیصلہ عبداللہ ابن مطیع صحابی کے حق میں دیا ہے، محمد بن حنفیہ سے عبداللہ بن مطیع کی علمی برتری مذکورہ بالا گفتگو اور مناظرہ میں ابن کثیر کے نزدیک واضح ہے، اگر مزید ان کا علمی تفوق اور ان کا صحابی ہونا آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو درجہ ذیل واقعہ اور ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا بیان پڑھئے۔ (بخاری جلد دوم ص ۲۷۴ ہے)

عن علقمۃ قال: کنا بحمص فقرأ ابن مسعود سورۃ یوسف

فَقَالَ رَجُلٌ: مَا هَكَذَا انْزَلَتْ: قَالَ: قُرْآنٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحْسَنُ وَوَجَدْتُهُ رِيحَ الْخَمْرِ فَقَالَ:
اتَّجَمِعَ أَنْ تَكْذِبَ بَكِتَابِ اللَّهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ؟ فَضْرَبَهُ الْحَدَّ.

(بخاری جلد دوم ص ۷۳۳)

علقمہ بن قیس نخعی سے روایت ہے کہ ہم لوگ محس میں تھے اور عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف کی تلاوت فرمائی اس پر کسی شخص نے کہا اس طرح
یہ سورت نازل نہیں کی گئی تو عبد اللہ بن مسعود نے اس شخص سے شراب کی مہک
محسوس کی اور فرمایا تو اللہ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے اور شراب نوشی بھی جمع کرتا ہے
پھر اس پر حد خمر جاری فرمائی۔

شراب خمر پر حد کے وجوب کے لیے شرائط و شواہد کا بیان:

دیکھئے حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے صرف شراب کی مہک پر حد خمر
جاری فرمادی جبکہ شراب پینے کے دیکھنے والے گواہوں کو طلب نہیں فرمایا، شارحین اس
حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں: ممکن ہے اس شرابی نے پینے کا اعتراف و اقرار کر لیا ہو، اس
لئے اس پر حد جاری کر دی گئی، میں کہتا ہوں کسی صحیح السند روایت سے نہ اس کا اقرار
و اعتراف ثابت کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ بات ثابت کیا جانا آسان ہے لیکن اگر ثابت بھی
ہو جائے تو یہ بات حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہوگی، صرف شراب نوشی اور فسق کے
لئے اس کی ضرورت ہرگز نہیں، اس کے فسق کا ثبوت یا اس کے شراب نوش ہونے کے لئے
یعنی شاہد یا دو گواہوں کا پیش کرنا ہرگز ہرگز ضروری نہیں ہے، صرف اتنی بات کا ثبوت ایک
گواہ یا اس کے منہ سے شراب کی مہک کا پایا جانا بھی کر دے گا صرف اتنی بات کے لئے
شراب کی مہک کا پایا کافی ہے، یعنی شاہد کا ہونا ضروری نہیں، ہمارے یہی حضرت عبد اللہ بن مطیع
کا صاف صاف یہ کہنا کہ ہم نے اگرچہ پیتے دیکھا نہیں ہے مگر بزم کے شراب پینے کا علم
ہمارے پاس تحقیقی ہے، یہ بات حضرت عبد اللہ بن مطیع کو شہادت کا حق دیتی ہے اور اس

ہے انکار کسی بھی قرآنی آیت کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ انکار قرآنی آیت سے ثابت ہے بلکہ میں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کی یہ بات بالکل درست ہے اور صحیح ہے اور محمد بن حنفیہ اس شہادت کا انکار قرآن سے ثابت کرنے میں اس گفتگو میں یہی طرح ناکام رہے ہیں صرف یہ کہ ملنا بھی شراب نوشی ثابت کر دیتا ہے، یہی بات بخاری کی روایت میں عبد اللہ ابن مسعود سے ہے اور اس روایت کی تشریح میں شارحین بخاری بھی فرما رہے ہیں، علامہ بدر الدین عینی عمدة القاری میں لکھتے ہیں: اقرار اور شہادت ثابت کرنے میں مجھے کلام ہے، ان کے الفاظ ہیں:

فيه نظر لان المنقول عن ابن مسعود انه كان يري وجوب الحد
بمجرد وجود الراتحة وقد قال مالك واصحابه وجماعة
من اهل الحجاز. (عمدة القاری جلد ۲۰ ص ۲۶)

امام مالک اور نیز اہل حجاز کی ایک جماعت صرف شراب کی مہک پائے جانے پر حد واجب کرنے کی قائل ہے پس عبد اللہ بن مطیع اور دیگر یزیدی بیعت توڑنے والے ساتھی اہل حجاز ہیں اور اہل حجاز کی ایک جماعت امام مالک سمیت شراب کی مہک ملنے پر حد واجب کرتی ہے، فسق یزید بھی ان کے نزدیک ثابت ہوگا، اس لئے اس موقع پر چشم دید گواہوں کا مطالبہ کرنا صحابہ کو خفی مسلک کا پابند بنانا ہے جو ایک طرح کی جہالت اور ظالمانہ کارروائی سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہاں سے عبد اللہ بن مطیع کا محمد بن حنفیہ پر علمی تفوق اور برتری بالکل واضح ہوگئی اور تمام اشکالات رفع ہو گئے اور بالاجماع یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وجوب حد اور ثبوت فسق دو الگ الگ چیزیں ہیں اور بات وجوب حد کے لئے کافی نہ ہو تو وہ ثبوت فسق کے لئے کافی ہو سکتی ہے چونکہ یزید پر وجوب کی حد کی کوئی صورت موجود نہیں تھی وہ خود خلیفہ وقت تھا اور اس کے محال سب کے سب اس کے ماتحت اور مجبور تھے تو صرف ثبوت فسق کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا عبد اللہ ابن مطیع اور ان کے ساتھیوں نے اسی پر اکتفا کیا اس لئے یزید کے قاتل ہونے میں شریک وفد جو لوگ بھی شام گئے تھے اسی پر سب نے متفق اللسان ہو کر

یزید کو شریعتی طور پر قتل کر دیا اس میں شرکاء و قتل کے دو میان مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے۔
 وہ جو نہیں مل سکا اگر کوئی صاحب اس وفد میں کوئی اختلاف دیکھا کرتے ہوں تو وہ بھی
 نہ پائی ہوگی، یہ پہلے حوالہ کے ساتھ بتا چکا ہوں کہ حنفیہ ابن کثیر کے نزدیک یزید کا قتل
 چاہا مسلم ہے اور اس میں کوئی شرک ظاہر نہیں کرتے ہیں۔

ففسق یزید پر مزید دلائل و شواہد:

مزید سنئے! ابن کثیر فرماتے ہیں:

وكان فيه ابتداء على الشبهات وترك بعض الصلوات في

بعض الاوقات. (البدایہ والنہایہ ص ۳۳۷)

اور یزید بن معاویہ میں خواہشات پر اقدام کرتے اور کبھی کبھی بعض نماز کے
 ترک کر دینے کا عیب بھی تھا۔

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ نماز کا ترک کرنا مستقل فسق کی ایک دلیل ہے۔
 بھی ابن کثیر یزید میں تسلیم کر رہے ہیں، اس لئے وہ صاف کھل کر یزید کو فاسق قرار دیتے
 ہیں اس لئے حنفیہ ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

بل قد كان فاسقا، والفاسق لا يجوز خلعه لأجل ما يثور بسبب

ذالك من الفسقة ووقوع الفرج كما وقع زمن الحرة.

(البدایہ والنہایہ ص ۳۳۸)

بلکہ وہ یزید فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اس
 کے سبب سے فتنہ ابھر جاتا ہے اور قتل و خون ریزی ہوتی ہے جیسا کہ واقعہ حرمہ
 کے زمانے میں ہو چکا ہے۔

گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کا مناظرہ و مجادلہ اور ساری
 بحث و گفتگو ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے سند کے ساتھ حنفیہ ابن کثیر کی طرح حنفیہ نے
 اپنی دو دو کتابوں میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہ بھی یزید کے شر باز اور فاسق ہونے کو بہت

کھلے غلطی میں تشریح فرماتے ہیں۔ میرا اہم انتہا میں اس پر لکھتے ہیں:

قلت: کان قریباً جرحاً غازیاً وحزماً وقطعة وفصل حاد، ولہ
شعر جید، وکان ذابحاً قذاً غلیظاً جلفاً یقول المنکر ویفعل
المنکر الفحیح مولدہ بقتل الشہید الحسن و احسب ان یوافی
الحرة فحقه الناس. (میرا اہم انتہا میں ۱۹)

میں کہتا ہوں کہ یزید بہادر مضبوط صاحب رائے سمجھدار اور فصاحت والا تھا
اس کے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اکثر سخت مزاج شرخو اور مذکورہ بالا میں
اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسین شہید کے قتل سے کیا اور انتہا میں واقعہ مرویہ کیا
اس لئے لوگوں نے اسے پینہ کر لیا۔

علامہ ذہبی و سمرق کتاب میں بھی کمال کر واضح انتہا میں یزید کو شرابی لکھتے ہیں۔
چنانچہ تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۵ پر لکھتے ہیں:

قلت: ولما فعل یزید باهل المدينة ما فعل، وقتل الحسن
واخوانه وآله، وشرب یزید الخمر وارتكب اشیاء منكرة،
بغضه الناس وخرج علیه غیر واحد، ولم یارک الله فی
عمره. (تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۵)

میں (ذہبی) کہتا ہوں جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ قتل کیا اور حضرت
حسین ان کے بھائیوں اور اولاد کے ساتھ قتل کا معاملہ کر لیا، شراب نوشی بھی کی
اور ناجائز کام کئے تو وہ لوگوں کے دلوں میں بغض ہو گیا اور کئی لوگوں نے اس
سے بغاوت کی اور خدا نے اس کی عمر بے برکت کر ڈالی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا موقف

چونکہ علامہ ذہبی علیہ الرحمہ نے حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی کتاب منہاج السنہ جو ایک
شیعہ عالم کی کتاب منہاج الکراہیہ کے جواب میں لکھی تھی، اس کا خلاصہ ”المشقی“ کے نام سے

پھر بتاتے ہیں وہ غالی باطلین اور غلط کنارے والوں کا یہ کہنا ہے:

قَوْمٌ يَعْتَدُونَ أَنَّهُ مِنَ الصَّحَابَةِ أَوْ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُبِينِينَ
أَوْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَهَذَا كَلِمَةٌ بَاطِلٌ، وَقَوْمٌ يَعْتَدُونَ أَنَّهُ كَافِرٌ مُنَافِقٌ فِي
الْبَاطِنِ — وَكَلَامُ الْقَوْلَيْنِ بَاطِلٌ يَعْلَمُ بِطَلَاهُ كُلُّ عَاقِلٍ.

(متنباہ السنۃ ج ۲ ص ۲۳۶ و ۲۳۷)

اور ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ یزید صحابہ میں سے ہے یا خلفائے
راشدین مہدیین یا وہ انبیاء میں سے حالانکہ یہ سب باتیں باطل ہیں اور ایک
جماعت کا عقیدہ ہے کہ انہوں نے منافق اور کافر تھا، یہ دونوں قول باطل ہیں،
اس کا بطلان ہر عقل والے کے نزدیک معلوم و مسلم ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن تیمیہ نے پوری صراحت کے ساتھ جن دو باطل اور غالی
کنارے والے غیر متوسط غیر معتدل فرقوں کو شمار کرایا ہے، ان میں وہ فرقہ ہے جو یزید کو
خلیفہ راشد یا صحابی یا نبی مانتا ہے اور دوسرا باطل فرقہ اور غیر معتدل وہ ہے جو یزید کو کافر یا
منافق مانتا ہے، اس تقسیم سے واضح ہو گیا کہ جو نہ کافر یا منافق مانتا ہے اور نہ ہی خلیفہ راشد
اور نبی مانتا ہے؛ بلکہ صرف فاسق اور گنہگار مانتا ہے وہ فرقہ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک
معتدل اور متوسط اور اہل حق کا فرقہ ہے، باطل فرقہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ (۲) حافظ ابن تیمیہ نے پھر یزید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

إِنَّ الْقَوْلَ فِي لَعْنَةِ يَزِيدٍ كَالْقَوْلِ فِي لَعْنَةِ أُمِّ الْوَلَدِ مِنَ الْمُلُوكِ

الْخُلَفَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَيَزِيدٌ خَيْرٌ مِنْ غَيْرِهِ، خَيْرٌ مِنَ الْمَخْذُورِ بْنِ أَبِي

عَبْدِ اللَّهِ أَمِيرِ الْعِرَاقِ الَّذِي أَظْهَرَ الْأَمْتَقَامَ مِنْ قِتْلَةِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّ

(۲) متنباہ السنۃ ج ۲ ص ۲۵۱ ومع هذا فيقال غيبة يزید وامثالہ من الملوك ان

يكون فاسقا ان کے معنی مولا: حبیب الرحمن اعمی نے تمبر ویر شہید کربلا و یزید میں ۶۲ پر بدل دیا ہے،

”ہیں“ کی جگہ ”ہوں“ کر کے شہید پیدا کر دیا ہے۔

هذا ادعى ان جبرئیل یاتیه و خیر من الحجاج بن یوسف فانه اظلم

من یزید باتفاق الناس ومع هذا فیقال: (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۱)

یزید پر لعنت کا معاملہ اس جیسے دیگر بادشاہوں اور خلفاء وغیرہ پر لعنت کے قول جیسا معاملہ ہے اور یزید تو دوسروں سے بہتر تھا، امیر عراق مختار بن ابی عبید ثقفی جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اس سے بہتر تھا؛ حالانکہ وہ حضرت حسین کا بدلہ لینے کا اظہار کرتا تھا اور حجاج بن یوسف سے بھی بالاتفاق یزید بہتر تھا کیونکہ وہ تو ان سب کے باوجود یزید سے بڑا ظالم تھا۔

اس عبارت میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنی صاف صاف بات کہی ہے کہ یزید اس مختار بن ابی عبید ثقفی سے بہتر تھا، جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اسی طرح یزید حجاج بن یوسف سے بڑا ظالم نہیں تھا؛ بلکہ یزید اس سے بہتر اور کم درجے کا ظالم تھا، اس جگہ یزید کے بارے میں ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنا کھل کر اقرار کیا ہے کہ حجاج بن یوسف یزید کے مقابلہ میں بڑا ظالم تھا، کیا کوئی عربی سمجھنے والا اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ابن تیمیہ نے یزید کو ظالم نہیں تسلیم کیا ہے، ابن تیمیہ کی مذکورہ بالا عبارت کو بار بار غور سے پڑھئے اور یزید کے ظالم ہونے کا اقرار و اعتراف دیکھئے، ابن تیمیہ کیسا صاف یزید کے ظالم ہونے کی تصریح فرما رہے ہیں، اب آگے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے یزید کے فاسق ہونے کی صریح وضاحت اور اقرار و اعتراف کو پڑھئے:

مع هذا فیقال: غایۃ یزید وامثاله من الملوک ان یمکنوا فسادا

فلعنۃ الفاسق المعین لیست مأمورا بہا. (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۱)

”ان سب باتوں کے باوجود یہی کہا جائے گا کہ یزید اور اس طرح کے دیگر بادشاہ زیادہ سے زیادہ فاسق ہیں؛ لیکن کسی فاسق پر لعنت کرنے کی اجازت شرعاً نہیں ہے۔“

اس عبارت میں بھی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے کھلے دل کے ساتھ اور بلا کسی

یزید کو فاسقین میں داخل کیا ہے، جس میں کوئی ابہام کی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں ہے؛ بلکہ علامہ ابن تیمیہ یزید کو کس قدر غلط اور ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں کہ اس سے روایت ہو جائے تو اس کو بھی کسی حال میں قبول کرنے کو تیار نہیں؛ کیونکہ وہ بد کردار ہے نہ ثقہ ہے نہ اس کی عدالت قبول ہے۔

علامہ ابن تیمیہ، امام احمد ابن حنبل سے یزید کے متعلق نقل کرتے ہیں:

واما ما فعله باهل الحره فبأنهم لما خلعوه واخرجوا نوابه
وعشيرته ارسل اليهم مرة بعد مرة يطلب الطاعة فامتعوا،
فارسل اليهم مسلم بن عقبة المري وأمره إذا ظهر عليهم أن
يبيح المدينة ثلاثة أيام، وهذا هو الذي عظم إنكار الناس له من
فعل يزيد، ولهذا قيل لأحمد: تكتب الحديث عن يزيد، قال: لا
ولا كرامة، أوليس هو الذي فعل باهل المدينة ما فعل.

(منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۳)

”یزید نے جو کچھ حرہ والوں کے ساتھ کیا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب اہل حرہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور یزید کی گورنروں اور اس کے خاندان والوں کو مدینے سے باہر کر دیا اور یزید کے بار بار اپنی اطاعت کا مطالبہ کرنے کے باوجود وہ لوگ اس سے باز رہے تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب وہ ان پر غلبہ حاصل کر لیں تو تین دن تک مدینہ کو حلال کر دے اور یہی وہ جرم ہے جس کی وجہ سے یزید پر لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہو گیا اور اسی لئے جب امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید کی حدیث کو قبول کریں گے تو انہوں نے

یہ مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف سے موازنہ و مقابلہ کر کے یزید کو ان سے بہتر بتانا خود اس کی واضح دلیل ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی یزید فاسق ہے کیونکہ موازنہ فاسق کا فاسق سے ہی ہوگا، صالحین و اتقیا سے اس کا موازنہ نہیں کیا جائے گا، تو ان سے بدتر بتایا جائے گا، بہتر نہیں۔

کہا: نہیں، اس کے لیے کوئی احترام نہیں ہے، کیا وہی یزید نہیں ہے جس نے پہلے
اہل مدینہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔
اتنی دراز نفسی اور ابن تیمیہ کی طویل عبارت نقل کرنے کے بعد بالکل کوئی ضرورت
باقی نہیں رہ گئی تھی کہ اس مسئلہ پر مزید کوئی گفتگو کی جائے، یزید کے حق میں لکھنے والے
محققین کی بے جا حمایتوں اور مغالطہ آمیز تحریروں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عبارت کو یزید
کے فسق کے انکار کے لئے دلیل کے طور پر نقل فرمایا گیا ہے، حالاں کہ میری رائے میں یہ
علامہ ابن تیمیہ پر بہت بڑا التزام ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے
موقف کی مزید وضاحت کی جائے۔

علامہ ابن تیمیہ کے موقف کی مزید وضاحت:

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۲ پر لکھتے ہیں، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:
فَالَّذِي يَجُوزُ لَعْنَةُ يَزِيدٍ وَأَمْثَالِهِ يَحْتَاجُ إِلَى ثَبُوتِ أَنَّهُ
كَانَ مِنَ الْفَاسِقِ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ تَبَاحَ لَعْنَتُهُمْ، وَأَنَّهُ بَاتٌ مَصْرُوعاً
عَلَى ذَلِكَ، وَالثَّانِي أَنَّ لَعْنَةَ الْمَعِينِ مِنْ هَؤُلَاءِ جَائِزَةٌ وَالْمَنَازَعُ
يُطْعَنُ فِي الْمَقْدَمَتَيْنِ لِأَسْبَابٍ أُولَى: (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۲)
”جو لوگ یزید اور اس طرح کے دیگر اشخاص پر لعنت کو جائز سمجھتے ہیں، انہیں دو
باتوں کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس بات کا ثبوت دلائل کہ یزید ان فاسقوں
ظالموں میں سے ہے جن پر لعنت جائز ہے اور اس کی موت بھی اسی حالت فسق
میں ہوئی، اور دوسرا ثبوت اس بات کا دے کہ ایسے لوگوں میں سے کسی متعین شخص
پر لعنت جائز ہے، حالاں کہ اس موضوع پر اختلاف کرنے والے دونوں مقدمہ
کے اثبات میں، بالخصوص پہلے مقدمہ میں ناکام رہے ہیں۔“
مولانا اعظمی کی علمی خیانت کا واضح ثبوت:

اس جگہ یزید کے بے جا حمایت میں حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے بھی بری

طرح ٹھوکر کھائی ہے یا عالمانہ مغالطہ دیا ہے، فرماتے ہیں:

”پس جو شخص یزید اور اس کے امثال پر لعنت کو جائز قرار دے، اس پر لازم ہے کہ اس کا فسق اور ظلم ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ معین فاسق پر لعنت جائز ہے پھر یہ ثابت کرے کہ یزید اپنے فسق و فجور سے بے توبہ کئے مرا تھا، شیخ الاسلام کے الفاظ یہ ہیں:

”والذی یلعن یزید ونحوہ یحتاج الی ثبوت أنه فاسق ظالم ولم یتب مما اجترم (منشی م ۲۹۰، تہجد شہید کربلا و یزید ص ۶۳)

اس جگہ مولانا محدث محقق حبیب الرحمن اعظمیؒ کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ جو الفاظ آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور ان کے الفاظ بتائے ہیں وہ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں؛ کیونکہ حوالہ میں آپ نے بھی منشی کا نام لکھا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ منشی ابن تیمیہؒ کی نہیں، علامہ ذہبیؒ کی ہے، لہذا آپ کے نقل کردہ الفاظ ذہبیؒ کے ہوئے، ابن تیمیہؒ کے نہ ہوئے، ابن تیمیہؒ علیہ الرحمہ کے الفاظ ان کی کتاب منہاج السنۃ سے میں نے نقل کر دیئے ہیں اور آپ نے جو اردو ترجمہ فرمایا ہے، اس کے ابتدائی جملہ کا ترجمہ ابن تیمیہؒ کی عبارت کا ہے، ذہبی کے الفاظ کا نہیں ہے، ذہبیؒ کی عبارت میں اور ابن تیمیہؒ کی عبارت میں فرق ہے پھر ابن تیمیہؒ یا ذہبیؒ تو یزید پر لعنت جائز رکھنے والوں سے دلیل اور اس کے دونوں مقدموں کی صحت کا مطالبہ کر رہے ہیں، ہم تو لعنت کے جواز کے مدعی نہیں ہیں، ہم سے اس کا مطالبہ ہی نہ ہوگا، ہم تو صرف یزید کے فسق کے مدعی ہیں اور یزید کا ظلم پہلے ہی ابن تیمیہؒ خود تسلیم کر چکے ہیں اور جو ظالم ہو خاص موقع پر فاسق بھی ہے، اس لئے ابن تیمیہؒ یا کسی کا بھی یہ مطالبہ اصول مناظرہ اور بحث کے بالکل خلاف اور غلط ہے، فسق کے مدعی سے جواز لعنت کے مدعی کا مطالبہ، یہ بحث و مناظرہ کی کس اصول سے درست ہے؟

دوسری بات مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ یا دیگر کسی یزید کے حمایتیوں کی خدمت میں

مکتبہ اسلامیہ

جو کہ ہے اور اس کی پہلی ہی چارے تو عام طور پر جن میں سے پہلے میں
 یہ تینوں کے مابین ہوتے ہیں۔ پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں
 کے مابین میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 اس میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے
 پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

علامہ ابن تیمیہ کے اقوال پر مبنی

ثبوت فی کل من الفسق الثانیین الفین تباح للعسیر

(منہاج السنہ ج ۱ ص ۱۰۰)

جس پر ثبوت کے لئے یہ ظاہر ہے کہ اس میں سے پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

علامہ ابن تیمیہ کے اقوال پر مبنی

ثبوت فی کل من الفسق الثانیین الفین تباح للعسیر (منہاج السنہ ج ۱ ص ۱۰۰)

اس کا ثبوت کے لئے یہ ظاہر ہے

اس میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

فرق بہت ہے کیا علامہ ابن تیمیہ کے اقوال پر مبنی

سب میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

یہ میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

اس لئے کہ یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

سب میں پہلے سے پہلے تو یہ تینوں کے درمیان میں پہلے سے پہلے

امراة من حيث لا يشعر به أحد، فلما هجم أهل الشام على المدينة في بيوتهم، ونهبوهم، دخل رجل من أهل الشام دار المرأة التي توارى فيها ابن مطيع، فرأى المرأة فأعجبه، فوثبها فامتعت منه، فصرعها فاطلع ابن مطيع على ذلك، فدخل فخلصها منه وقتل الشامي، فقالت له المرأة: بأبي أنت وأمي من أنت؟ ثم سكت عبد الله بن مطيع مكة.

(الاصابع ۳ ص ۱۵۵ القسم الأول)

زبیر بن بکار کہتے ہیں میرے چچا نے مجھے بتایا کہ عبد اللہ بن مطیع قریش کے مردوں میں بہادر مضبوط اور جواں مرد تھے، جب اہل حرہ کی شکست ہو گئی اور عبید اللہ بن ظلمہ قتل ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن مطیع نے بھاگ کر اپنی جان بچائی، وہ ایک عورت کے گھر میں چپکے سے چھپ گئے، کسی کو بھی پتہ نہیں چل سکا، جب مدینہ پر شام والوں نے حملہ بولا اور ان کے گھروں کو لوٹنا شروع کیا تو ایک شامی شخص عبد اللہ بن مطیع جس عورت کے گھر چھپے تھے اسی میں گھس گیا، وہ عورت اس شخص کو پسند آ گئی، وہ شامی اس عورت پر کود پڑا، عورت اس سے بچنے کی ہر طرح کوشش کرنے لگی، اس شامی مرد نے عورت کو پچھاڑ دیا، عبد اللہ بن مطیع نے دیکھا تو جا کر اس شامی سے عورت کو چھڑایا اور شامی کو قتل کر دیا، اس پر عورت نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کون ہیں؟ پھر عبد اللہ بن مطیع مکہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

حافظ ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۴۱۲ میں لکھتے ہیں:

(۱) مولانا سراج الحق پھلی شہری کے نہایت دل خراش اور بعض صحابہ پر بد تمیزی بھرے یہ الفاظ سننے لکھتے ہیں: وہ کیا عبد اللہ بن مطیع وہ صحابی نہ تھا، ابن سبا کا ایجنٹ تھا، اس کا نام لینا فضول ہے۔ میرزا حضرت علماء دین العابدین ص ۱۳۲۔

لَمَّا أَهْلَ الْمَدِينَةَ النَّبَوِيَّةَ نَفَضُوا بَيْعَتَهُ، وَأَخْرَجُوا نَوَابَهُ وَأَهْلَهُ
فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ جَيْشًا، وَأَمَرَهُ إِذَا لَمْ يَطِيعُوهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ أَنْ يَدْخُلَهَا
بِالسِّيفِ وَيَحْقِهَا ثَلَاثًا، فَصَارَ عَسْكَرُهُ فِي الْمَدِينَةِ النَّبَوِيَّةِ ثَلَاثًا
يَقْتُلُونَ وَيَنْهَبُونَ وَيَقْتَضُونَ الْفُرُوجَ الْمَحْرُومَةَ لَمْ أَرْسَلْ جَيْشًا إِلَى
مَكَّةَ الْمُشْرِفَةِ، فَحَاصَرُوا مَكَّةَ وَتَوَفَّى يَزِيدٌ، وَهُمْ مُحَاصِرُونَ
مَكَّةَ، وَهَذَا مِنَ الْعَدْوَانِ وَالظُّلْمِ الَّذِي فَعَلَ بِأَمْرِهِ. وَلِهَذَا كَانَ
الَّذِي عَلَيْهِ مَعْتَقِدُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَائِمَّةِ الْأُمَّةِ أَنَّهُ لَا يُسَبُّ وَلَا يُحْتَبُّ.

(مجموع الفتاوى جلد ۳ ص ۴۱۲)

مدینے والوں نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر اور خاندان کے لوگوں
کو مدینے سے نکال دیا تو اس نے مدینے والوں کے پاس فوج بھیجی اور اس کو
حکم دیا کہ اگر تین دن میں اطاعت نہ کریں تو مدینے میں زبردستی داخل
ہو جائیں اور مدینے کو تین دن تک حلال کر دیں، چنانچہ اس کی فوج تین دن
تک مدینے میں لوٹ مار، قتل و غارت گری کرتی رہی اور عورتوں کی عصمت
دری کرتی رہی پھر اس نے فوج کو مکہ کی طرف بھیج دیا جس نے مکہ کا محاصرہ
کر لیا وہ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ یزید کا انتقال ہو گیا، یہ وہ سرکشی اور ظلم
ہے جو یزید کے حکم سے کیا گیا، اس لئے امت کے ائمہ اور اہل سنت کا عقیدہ یہ
ہے کہ یزید کو نہ گالی دی جائے نہ محبت کی جائے۔

اور حافظ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی اپنی سند کے ساتھ دلائل الخوۃ ج ۶ ص ۴۱۸ میں
نقل فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا
يَعْقُوبُ مَفْيَانٌ حَدَّثَنَا يَوْسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَرِيرٌ عَنْ مَغِيرَةَ
قَالَ: أَتَيْتُ مُسَرِّفَ بْنَ عُقْبَةَ الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَرَزَعَمَ الْمَغِيرَةَ

نور اللغات غیبیہ ملک عظیم ہے۔ اور اس سے
محمّد بن عبد اللہ بن محمد بن خیر علی بن کوثر بن عبد اللہ بن جعفر نے خبر دی وہ کہتے ہیں
محمّد بن یحییٰ بن حماد بن عثمان بن سنان بن سنان بن ابی ابراہیم بن یوسف بن اموی نے
محمّد بن حذیفہ بن یحییٰ بن عثمان بن سنان بن سنان بن ابی ابراہیم بن یوسف بن اموی نے
حدیث بیان کی کہ ابن کوثر بن عبد اللہ بن جعفر نے خبر دی اور وہ مغیرہ بن قیس سے
روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: صرف بن عبید بن جراح نے تمہیں دنوں تک مدینہ
میں لوٹ کھسوٹ چائی، مزید کہا: واقعہ حرم میں ایک ہزار کنواری عورتوں سے
بدکاری کی گئی۔

(تاریخ الاسلام ج ۹ ص ۶۰۰)

(تاریخ الاسلام ج ۸ ص ۷۸)

(۳)۔ یوسف بن موسیٰ متوفی ۳۵۲ھ بچے اور ثقہ ہیں۔ (تہذیب العزیز ج ۶ ص ۲۸۸)

(۶) مغیرہ بن الحکم متوفی ۱۳۶ھ ق۔ (تہذیب المعجزات ج ۵ ص ۵۱۶)

اور حافظہ ابن کثیر مد اکتی سے نقل کرتے ہیں:

قال المدائني عن أبي قرّة قال قال هشام بن حسان: ولدت الف امرأة

من أهل المدينة بعد وقعة الحرة من غير زوج. (البدایة والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۱)

اسی قزو سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ان کو ہشام بن حسان

نے بتایا کہ مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے واقعہ حرد کے بعد بغیر شوہر کے بچہ جنا۔

(۱)۔ ابو قمر وعلہ موسیٰ بن طارق الیمانی الترمذی ثقہ۔

(تہذیب العہد یب ج ۵ ص ۵۱۷)

(۲) ہشام بن حسان الفردوسی التوفی ۱۲۸ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب المجذیب ج ۲ ص ۱۵۵ و ۱۵۶)

مدینے میں یزید کے خلاف بیعت توڑ کر جرم کرنے والوں کے ساتھ قتل و قاتل اور ایک ہزار عورتوں کے ساتھ حرام کاری اور زنا کا جواز کس نے فراہم کیا اور کس کے حکم سے ہوا؟ مولانا حبیب الرحمن اعظمی ہی اس کا جواب دیں گے۔
مولانا لکھتے ہیں:

”اسی واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ قتل حسینؑ کے علاوہ اور جو مظالم یزید کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی اس کے عمال کے کرتوت ہیں جن سے یزید خود راضی نہیں تھا۔“ (تہذیب المجذیب ج ۲ ص ۱۵۵)

لیکن ان کے نامور محقق حافظ ابن کثیرؒ کیا فرماتے ہیں، پڑھئے اور علامہ ابن تیمیہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سب یزید کے حکم سے ہوا ہے، صرف عامل نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اپنے الفاظ ہیں:

”وقد کان فی قتال اهل الحرة كفاية ولكنه تجاوز الحد باباحة المدينة ثلاثة ايام فوق بسبب ذالك شر عظیم كما قدمنا۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۸)

حرہ والوں سے قتال کرنا ہی کافی تھا لیکن وہ تین دن کے لئے مدینہ کو حلال کر کے حد سے آگے بڑھ گیا جس کی وجہ سے بہت بڑا شر پھیلا جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔“

یزید کی چیرہ دستی سے انسانیت شرمسار:

واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہ اور ان کے اہل خانہ بھی بڑی تعداد میں شریک تھے صرف تابعین ہی نہیں تھے، ظاہر ہے ان بدکاریوں کا شکار ہونے والی عورتوں میں خاصی تعداد صحابیات کی بھی رہی ہوگی، زنا کاری کا شکار ہونے والی ان ہزار عورتوں کے بارے میں کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ ایک بھی صحابیہ نہ ہوں گی، یہ سب صحابہؓ کے قتل کرنے

کتب خانہ نعیمیہ لاہور

والے شامی یزیدی لشکر نے مدینے اور ان صحابیوں کے گھروں کو خوب لوٹا مل کیا اور ان کی عورتوں کے ساتھ حرام کاری کی، یہ کارروائی تین دن تک ہوئی رہی اور یزید کے حکم سے ہوئی رہی پھر بھی حاکمی یزید ہمارے مہربان بھق کے خیال میں یزید فاسق نہیں ہوا، جو کہ علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ سب یزیدی کے حکم اور مرضی سے ہوا تھا، اسی نے تین دن کے لئے مدینے میں یہ سب حلال کر دیا تھا۔

أباح المدينة ثلاثة أيام.

اور علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی عبارت میں۔

إذا ظفر عليهم ان يباح المدينة ثلاثة أيام. جب ان پر غلبہ ہو جائے تو

مدینہ تین دن کے لئے مباح کر دیتا۔

میرے علم کے مطابق اس اباحت کا ترجمہ حلال قرار دینا اور جائز ہونا یا غلط نہیں ہے۔ اب وہ زمین کرام بتائیں گے کہ زنا، عارت گری اور قتل جیسے حرام کام کو حلال قرار دینے سے کوئی صرف فاسق ہوتا ہے کہ نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی تاریل نہ کی جائے تو تحلیل حرام کے جرم میں آدمی شرعاً کافر بھی ہوگا، صرف فاسق نہ ہوگا، اس لئے ابن کثیر نے بہت بچانے کی کوشش کی ہے، پھر بھی بتا دیا کہ باقی ہونے اور امام وقت کی اطاعت سے سرکشی کرنے کی بنیاد پر قتل کرنا تو جائز ہو سکتا ہے، مگر اس کے بعد حرام کاری ترنا اور لوٹ کو جائز بنا کر یزید نے شریعت کی تمام حدود کو پا کر دیا تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

لمسكتة تجاوز الحد بإباحة المدينة ثلاثة أيام. لیکن دو یزید مدینے کو

تین دن کے لئے حلال کر کے حد سے تجاوز کر گیا۔

یہ بات کہ یزید کے حکم سے یہ ساری کارروائیاں ہوئی تھیں، صرف علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر ہی کی بیان نہیں ہے بلکہ تمام اہل علم مورخین محدثین جنہوں نے بھی اس واقعہ کی تفصیل بیان کی، سب کا اس بات پر اتفاق اور اتفاق ہے کہ یہ ہوا تھا اور یزید کے حکم سے ہوا تھا، لیکن یزید کی حدیث میں لکھنے والوں کے نزدیک ان سب کے باوجود یزید فاسق

نہیں ہے اور یزید کے فسق کی کوئی دلیل صحیح نہیں مل پاری ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

گر ہمیں کتب و ہمیں ملا

کار اطفال تمام خواہ شد

اسی واقعہ میں تمام بچے کچے بیعت رضوان والے صحابہ ختم ہو چکے تھے، یہ بات تو بخاری میں ہی موجود ہے۔ دیکھئے:

ثم وقعت الفتنة الثانية بعثني الحرة فلم تبق من اصحاب
الحديبية احدا. (بخاری ج ۲ ص ۵۷۳)

پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا، یعنی واقعہ حروہ ہوا تو اس نے حدیبیہ والے کسی صحابی کو باقی نہ چھوڑا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس فتنہ یعنی واقعہ حروہ کی تفصیل تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لما وقع القتال مسلم بن عقبة وقتل سبع مائة من رجوة الناس
من المهاجرين والانصار..... القصة في ذالك طريفة
بسطناها في تاريخنا الكبير. (دیکھئے عمدۃ المفاریج ج ۷ ص ۱۷۱)

مہاجرین و انصار میں سے سات سو سربراہ اور دو لوگ قتل کر دیئے گئے اور یہ قصہ
بہت لمبا ہے، جس کو ہم نے تاریخ کبیر میں تفصیل سے لکھا ہے۔
اور محدث ذہبی اپنی تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۳ میں لکھتے ہیں:

قالوا ودخلوا المدينة ونهبوا وفسدوا واستحلوا الحرمه، قال
خليفة: فجميع من اصاب من قريش والانصار يوم الحرة ثلاث
مائة ومئة رجال ثم سرده اسمائهم في مئة اوراق قال وكانت
الواقعة بسلامت يمين من ذى الحجة. (تاريخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۳)

بہت سارے لوگوں نے بتایا ہے کہ یزیدی فوج مدینہ میں داخل ہوئی تو لوٹ
ہار گیا اور فساد پھیلایا اور عورتوں کی حرمت کو حلال کر ڈالا (سورخ خلیفہ بن خیاط)

کہتے ہیں: قریش و انصار کے واقعہ حرہ میں کل مرد و افراد تین سو چھ مصیبت کا شکار ہوئے، اس کے بعد خلیفہ بن خیاط نے ایک ایک کر کے چھ ورق میں نام شمار کرائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ماہ ذی الحجہ سے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔

محدث بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ بھی لکھتے ہیں: (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۷۱)
الاصح انہا كانت فی سنة ثلاث وستین۔ (صح یہ ہے کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا۔)

محدث بیہقی بھی یہی تاریخ بتاتے ہیں فرماتے ہیں: كانت وقعة الحرہ يوم الاربعاء فی ثلاث بقین من ذی الحجة ثلاث وستین۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۸)
واقعہ حرہ منگل کے روز ہوا، جبکہ ذی الحجہ میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے ۶۳ھ میں۔

محدث بیہقی نام بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: قتل يوم الحرہ عبد اللہ بن زید المازنی ومقل بن سنان الاشجعی وقتل معاذ بن الحارث القاری وقتل عبد اللہ بن حنظلة بن ابی عامر۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۸)

یوم حرہ میں عبد اللہ بن زید المازنی قتل کئے گئے اور معقل بن سنان اشجعی اور معاذ بن حارث القاری قتل کئے گئے اور عبد اللہ بن حنظلة بن ابی عامر قتل کئے گئے۔

یہ چار کے چار صحابی تھے، سب کے سب یزید کی بیعت توڑ چکے تھے، لڑائی میں شریک ہوئے اور یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے، ان میں عبد اللہ بن زید مازنی بیعت رضوا میں شریک اور واقعہ حرہ میں شہید ہوئے، ان کا ذکر بخاری جلد اول ص ۴۱۵ اور جلد ۲ ص ۵۹۹ پر موجود ہے۔

یزیدی فوج بہت بڑی تعداد میں مدینہ بھیجی گئی تھی، علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ بحوالہ مدائن لکھتے ہیں:

قال المدائنی: کان فی سبعة وعشرين الفا: اثني عشر الف فارس وخمسة عشر الف زاجل، وكانوا نزلوا شرقی المدينة فی النخوة وهي ارض ذات خجاجة سود. (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۱)

مدائن نے کہا ہے کہ یزیدی لشکر ستائیس ہزار تھا جس میں بارہ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادہ تھے جو مدینہ کے مشرقی حصہ حرہ میں ٹھہرے تھے، اور یہ حرہ سیاہ پتھریلی زمین کا نام ہے۔

اسی واقعہ حرہ کے سلسلے میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ جو مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے نزدیک بھی بے نظیر محقق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ثم اباح مسلم بن عقبة الذي يقول فيه السلف مسرف بن عقبة قبحه الله من شيخ سوء، ما اجهله۔ المدينة ثلاثة كما امره يزيد۔ لاجزاه الله خيرا۔ وقتل خلقا من اشرافها وقرائها وانتهب اموالا كثيرة منها ووقع شر عظيم وفساد عريض على ما ذكره غير واحد. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

مسلم بن عقبہ جس کو سلف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، اللہ اس کا برا کرے، بہت برا بوڑھا اور کتنا بڑا جاہل تھا، یزید کے حکم سے مدینہ کو تین دن حلال کر ڈالا، اللہ یزید کا اچھا نہ کرے، اور وہاں کے اشراف اور قاریوں کو قتل کیا اور بہت سارے اموال لوٹ لئے اور عظیم شر برپا کر ڈالا اور فساد عظیم بھی برپا کیا جیسا کہ بہت سے لوگوں نے اس بات کو بیان کیا ہے۔

ایک بار مزید حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی سنئے:

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله مسلم بن عقبة ان يبيح

المدينة لئلا ايام... وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه علي
بدى عبد الله بن زياد، وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المشايخ
العظيمة في المدينة النبوية ما لا يُحَدُّ ولا يُؤخَف مما لا يعلمه

الا الله عز وجل. (الباب الثانی ص ۸۲)
اور یزید نے بہت کھلی ہوئی غلطی کی تھی جب اس نے مسلم بن عقبہ کو کہا تھا کہ یہ دو
تین دن مدینہ کو حلال کر دے اور گنہگار اس نے عبد اللہ بن زیاد کے ہاتھوں
حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اور ان دنوں میں جب مدینہ کو
حلال کیا گیا مدینہ نبویہ میں بہت سے مفاسد ہوئے جن کی انتہ کوئی حد ہے اور یہ
اللہ کے سوا کوئی جانتا ہے۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ ساری باتیں آپ کو واقعہ حرہ کے تحت بتاتے ہیں لیکن انہوں
نے یزید کے ساتھ لا جزاء اللہ لکھا اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی یزید کے نام کے ساتھ رحمہ
اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا فتویٰ دیتے ہیں، دونوں موقف میں کتنا فرق ہے، آپ خود محسوس
کیجئے، اسی طرح مسلم بن عقبہ جو یزیدی فوج کا کمانڈر تھا اس کو ابن کثیر علیہ الرحمہ "کتابہ
بوزھا اور کتابہ اجائل، اللہ اس کا برا کرے" جیسے الفاظ لکھتے ہیں، اور مزید کہتے ہیں کہ اسلام
تو اس کا نام ہی مسلم کے بجائے مسرف رکھتے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ یزید کے حمایتی حضرات
اس کا اعزاز و القاب کیا رکھتے ہیں لیکن آپ کو اس جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ مدینہ میں یزید کے
مخالفین صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ساتھ جو لوٹ مار چلائی گئی اور جوان عورتوں کے ساتھ
حرام کاری اور زنا کا بازار گرم ہوا، یہ سب صرف یزیدی فوج اور کمانڈر کے کرتوت ہرگز نہیں
ہیں؛ بلکہ اس کے لئے یزید نے اپنی فوج اور کمانڈر کو اس کی اجازت ہی نہیں اس کے لئے
تاکیدی حکم دے رکھا تھا اور اس بات کی ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں خبر دے رہے؛ بلکہ "غیر
واحد" سے یہ بات ابن کثیر تک پہنچی ہے، اس لئے بحکم یزید یا بہ اجازت یزید مدینہ کے
صحابہ و تابعین قتل کئے گئے ہیں، بات اگر یہیں تک ہوتی تو تاویل کر سکتے تھے کہ خلیفہ وقت اور

واجب الاطاعت امام کے خلاف فروع اور عبادت کرنے والوں کے ساتھ قتل و قتل کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا اس جنگ ضروری ہے کہ چاہے کتنے ہی فوج میں ایک شخص بھی صحابی نہیں اور مقابلہ میں قتل کئے جانے والے سب نہیں تو کم از کم خاص تعداد صحابہ کرام کی ہے اور یہ شرعی مسئلہ علم میں ہو گا کہ ان کو اگر نہیں تو اب تیار کر لینا چاہیے کہ غیر صحابی یا کسی بھی صحابی کو قتل کرنا معصیت اور گناہ کبیرہ ہے، عالم ان شریعت نے مسئلہ بھی بتایا ہے، علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قتل الحسين معصية لله ورسوله فمن قتله أو أعتان على قتله أو
رضى بذلك. (محتاج السنة ج ۲ ص ۲۳)

حضرت حسین کا قتل کرنا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے، ان کے قتل کرنے والے کی طرف سے یا جنہوں نے ان کے قتل میں اعانت کی یا اس سے راضی ہو اس کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوئی۔

اور علامہ ابن حجر کی بیٹھی حافض ابن صلاح علیہما الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

وقاتل الحسين لا يكفر بذلك وإنما ارتكب أثماً عظيماً
الصواعق المحرقة. (تہذیب شہید کربلا ویزید ص ۵۸)

حضرت حسین کا قاتل قتل کی وجہ سے کافر نہ ہو گا بلکہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہو گا۔
ان دونوں عبارتوں میں نام تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لیا گیا ہے کیونکہ گفتگو کا تعلق ان کی ذات خاص ہے مگر مراد اس سے کوئی بھی صحابی ہے اس لئے کہ یہ نافرمانی اور معصیت کسی بھی صحابی کا قتل کرنے سے ہو گی جس کا تعلق خاص حضرت کی ذات سے نہیں ہے بلکہ شرف صحابیت (۱) سے ہے، بنا بریں کہا جائے گا کہ جنگ حرہ میں شریک صحابہ کرام کے قتل کرنے اور اس کا حکم دینے والے یزید کا فاسق ہونا بھی بالکل ظاہر ہے، یہ فسق تو کسی ایک صحابی کے قتل سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہاں تو متعدد صحابہ کا قتل کیا گیا ہے، مگر ہمارے یزیدی حمایتی اہل علم کو ابھی یزید کے فاسق ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں مل سکی ہے، صرف تاریخی روایتوں اور سنی سنائی باتوں کو بے چارے کیسے مان لیں، بالخصوص محقق کبیر محدث

جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمۃ والاعقاب لکھنؤ اور کراچی کے رہنے والے تھے۔

تکے ہیں جس کی رو سے یزید فاطمہ کو ہٹا دیا۔
اگر جنگ عین یا جنگ قبل و بعد کیا جائے تو پھر تو ان دونوں جنگوں میں بھی مقتول صحابہ کرام ہیں اس لئے قاتلین کو فاطمہ کہتے تو جواباً عرض ہے کہ یہاں قاتلین میں کوئی غیر صحابی نہیں ہے، البتہ قاتلین جنگ جرد میں کوئی بھی قاتل صحابی نہیں ہے اس لئے پوری یزیدی فوج مع فرمانرو یزید کے سب فاطمہ ہو چکے ہیں اور ان کو کوئی بھی اور کتاب فسق کے کبیرہ گناہ سے نہیں بچا سکتا، زیادہ سے زیادہ وہی حافظہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کے بیان میں پناہ لینی پڑے گی کہ مقتول سارے کے سارے صحابہ خود باغی اور خلافہ وقت سے بغاوت کرنے کے جرم میں بہا گئے، اس لئے ان کے قاتل فاطمہ نہ ہونے لڑھک ہے یہ تاویل ان کو فسق سے بچانے کے لئے کفایت کر سکتی ہے مگر جن کی حرمتیں لوٹی گئیں اور جن کے مال و اسباب لوٹے گئے، ان کے بارے میں شرمنا کیا جواز ہے؟ وہ اور ان کے ہمایتی اور اس عمل سے راضی رہنے والے یزید کے لئے فسق سے خلاسی کا کوئی راستہ پھر بھی نہیں نکل پاتا ہے اس لئے غور کیجئے کہ مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ اور ان کی طرحت دوسرے اہل علم یزید کے ہمایتی حضرات کے لئے سوائے رجوع کرنے اور اپنے فیصلے بدلنے کے کوئی راستہ نہیں ہے، یہ تو ۶۳ھ کے بعد کا حکم ہوا اور اس سے پہلے حضرت حسینؑ اور ان کے اہل خانہ کی شہادت ۶۱ھ کا حالہ اس سے بالکل الگ ہے اس وقت یزید کی شراب نوشی کا اعلان یہ علم بھی نہ تھا اور نہ ہی قتل کا حکم دینا یا راضی ہونا یزید سے ثابت ہے۔

مولانا عظمیٰ کا بیان کردہ خلاصہ:

چنانچہ مولانا عظمیٰ لکھتے ہیں:

”یہ سارے بیانات بتاتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا نہ وہ یہ چاہتا تھا

(۱) مولانا سران الحق پھلی شہری لکھتے ہیں: صحابی کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے۔ (سیرت حضرت علی زین

کیا یہ بات ہو جائے تو وہ خوش ہوا۔ اس تاریخی بیانات کے علاوہ متین علماء شریعت میں
 امام غزالی، علامہ سائیں تیمیہ، اصحابی، قاری وغیرہم کی تصدیقات بھی موجود ہیں
 کہ یزید کا یہ جرم کہ حضرت حسینؑ کو اس نے قتل کیا یا اس کا حکم دیا تھا ثابت نہیں ہے۔ ابن
 عساکر نے اسراحت لکھا ہے کہ لکنہ ہو لہم ہامو بقتلہ ولم یظہر الرحابہ ولا
 القصر ممن قتلہ۔ (مشاہیر المذہب ص ۱۰۹ ج ۱)

اس سلسلہ میں یہی بات جو جماعت متقین کے ایک فرد نے لکھا ہے وہ یہ
 ہے کہ یزید نے نہ قتل حسینؑ کا حکم دیا نہ ہو جانے پر اس کو یہ بات یہی کہی مگر جس محقق نے یہ
 بات لکھی ہے خود اسی نے محض یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہم نے پہلے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید نے
 صاف صاف کہا کہ میں ہوتا تو یہ نہ کرتا اور اس نے سر مبارک لانے والوں کو کوئی انعام نہیں
 دیا۔ (دیکھو ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۸)

بلکہ اس محقق نے جیسا کہ ابھی یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید نے ابن زیاد پر لعنت بھیجی نیز
 اسی محقق نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید کا مرنے سے پہلے آخری کلام یہ تھا۔

اللہم! لا توأخذنی بعالم احدہ وارذہ واحکم بینی وبنی عبد
 اللہ بن زیاد۔ (ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۶)

اے اللہ میں نے جس بات کو ناپسند کیا نہ اس کو چاہا تو اس کا مواخذہ مجھ سے نہ
 کر اور میرے اور ابن زیادہ کے بیچ تو حکم بن اور فیصلہ کر۔

مولانا اعظمیؒ کے خلاصہ پر راقم کا تحقیقی جائزہ:

جواباً عرض ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ نے یزید کی موت کے وقت کا
 جملہ جو نقل فرمایا ہے، کیا اس واقعہ کے لئے کوئی قابل اعتماد سند ذکر کی ہے یا صرف ابن کثیر
 کی نقل اور تاریخی بے ثبوت ایک روایت کو دلیل بنا دیا ہے، اگر کوئی قابل اعتماد سند ہے تو
 پیش فرما کر اس سند کے راویوں کی حیثیت واضح فرمادیں اور اگر ابن کثیر جیسے محقق محدث

مورخ لقل کر دینا روایت کو مستند اور قابل اعتماد بنانے کے لئے کافی ہے تو ایسی سند
 ساتھ تو ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے خود یہ بھی واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب لٹا ہوا قافلہ اہل بیت
 سے شام یزید کے پاس لایا گیا اور حضرت حسین کی بہن فاطمہ بنت علی جو کم عمر اور
 خوبصورت تھیں، ان کو دیکھ کر ایک شامی شخص نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین اس کو
 مجھے بہ کر دیجئے، اس کی اس بات پر وہ گھبرا کر کانپ اٹھیں، ان کا کہنا تھا کہ میں نے یہ
 یہ کام ان کے لئے جائز ہوگا، اس لئے اپنی بہن کے کپڑے سے لپٹ گئی، وہ مجھ سے
 اور زیادہ عقل والی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا ان کے یہاں بھی ناجائز ہے، پس امیر
 نے اس شخص کو جواب دیا: واللہ تو جھوٹا اور نسیم شخص ہے، یہ کام نہ تیرے بس کا ہے نہ یزید
 بس میں ہے، یہ من کر یزید حصہ میں آگیا اور ان سے کہنے لگا تو غلط بولتی ہے، واللہ
 میرے بس میں ہے اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں، اس پر زینب نے کہا ہرگز نہیں
 نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں رکھا الا یہ کہ تم ہمارے دین سے نکل جاؤ اور کسی دین میں
 ہو جاؤ، اس پر یزید غضبناک ہو گیا اور جلدی بازی کرنے لگا اور بولا: مجھ سے تو اس طرح
 مقابلہ کرتی ہے، دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکل چکا ہے، اس پر زینب نے کہا: میرے
 والد اور بھائی کے دین اور مانا کے دین سے تو تم کو ہدایت کا راستہ ملا اور تمہارے باپ والد
 بھی ہدایت ملی، اس پر یزید نے جواب دیا: کلبت یا عدوۃ اللہ اے اللہ کی دشمن تو
 بولتی ہے اور اس پر زینب نے کہا، تو زبردستی بنا ہوا امیر المومنین ہے، ظالم برا بھلا کہتا ہے
 حکومت کے رعب سے قہر ڈھاتا ہے، حضرت فاطمہ کہتی ہیں، یزید شرما کر خاموش ہو گیا
 پھر اس شامی شخص نے کہا: اے امیر المومنین اس لڑکی کو مجھے نہ بہ کر دیجئے، اس پر یزید نے
 تم ہر روز ندگی گزارو، واللہ تم کو فیصلہ کرنے والی موت دے گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۳۷ تا ۷۳۸)
 محقق ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ حضرت زینب اور یزید کی مذکورہ بالا گفتگو پر
 اور بار بار غور سے پڑھئے اور اس سے ان شامیوں اور خود یزید کی ذہنیت کا اندازہ لگائیے

(۱) یزید کے انتقال کے وقت یہ کلام ضعیف ہے، یزید سے نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔

خود کو خلیفہ برحق اور کربلا کی جنگ کے بارے میں اور لوٹے جانے والے قافلہ ال بیت کی عورتوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا تھا اور اس طرح کی تاریخی روایتوں کو صحیح تسلیم کر کے کہا جائے کہ اس ذہنیت پر شرعی حکم سنائیے تو مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کی طرف سے اس کے سوا کیا جواب ہوگا کہ یہ سب تاریخی غیر مستند روایتیں ہیں، شرعی احکام میں ان کو قبول نہیں کیا جائے گا نہ اس پر اعتماد کیا جائے گا! حالانکہ انہیں کے معنی مورخ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا بلا کسی تردد اور تذبذب کے نقل کیا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ یا امام غزالی یا ملا علی قاری یا کسی عالم اور محقق کی تحریر پیش کر دینے سے کوئی حقیقت نہیں بدل جاتی، بے سوچے سمجھے تحقیقی غور و فکر کئے بغیر ایسا کرنے کا حکم مولانا حبیب الرحمن صاحب نے خود فیصلہ کر کے بتا دیا ہے۔

کسی عالم کا بیان اسی حد تک قابل قبول ہو سکتا ہے جب تک واقعات و مشاہدات اس کے مکتذب نہ ہوں واقعات سے آنکھ بند کر کے کسی غیر معصوم کے قول کو واجب التسلیم سمجھنا اس کو معصوم سمجھنا ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا یزید ص ۷۸)

یہ نامحمانہ تجزیہ اور تبصرہ ہمارا نہیں خود مولانا اعظمی کا اپنا ہے، اس لئے بار بار اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے بالخصوص یزید کی حمایت کرتے وقت اس کو ہر وقت پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

کئی صفحات ہمارے بزرگ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے قتل حسین سے یزید کی براءت ثابت کرنے میں صرف کر ڈالے ہیں اور اپنی کتاب میں بار بار زور دیکر یزید کے بے قصور ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے اور مسئلہ پر خوب زور شور سے تاریخی شہادت کو مضبوط اور نہایت قابل اعتماد بنانے کے لئے علامہ ابن تیمیہ امام غزالی ملا علی قاری اور حافظ ابن کثیر کو تو خاص طور پر ایک ہی صفحہ میں تین چار مرتبہ محقق کا خطاب عطا فرمایا ہے حالانکہ تاریخوں میں جہاں ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں جو یزید کو قتل حسین سے بری کرتی ہیں وہاں تاریخوں میں ایسی شہادتیں بھی موجود ہیں جو اس کو ہی اصل مجرم اور قصور وار

نہرا آتی ہیں اور بیٹے بیٹے متفق اکابر علماء نے اسی کو اختیار بھی کیا ہے، گذشتہ اوراق میں
امام زین العابدین اور علامہ ابن جریر قنانی سے صراحت گذر چکی ہے اور ان کی عبارتیں بھی نقل کر
دیا گیا ہے۔

التح دولہ بمقتل الحسين الشهيد. (سیر اعلام النبلاء)
اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسینؑ کے قتل سے کیا۔

اور

قتل الحسين و اخواله و آلہ. (تاریخ الاسلام)
حضرت حسینؑ ان کے بھائیوں اور ان کے اولاد کو قتل کیا۔
اس جگہ حافظ ابن جریر قنانی علیہ الرحمہ کا فیصلہ ہے:

وكان منهم شكا في لذاته، ومقتله اهل الفضل بسبب قتله الحسين
ثم بسبب رقة الحره. (تجمل المسند ص ۲۵۳ تحقیق محمد مومنانہ)
وہ اپنی لذتوں میں غرق رہتا تھا اہل کمال نے اس کو پسند نہیں کیا ہے، حضرت
حسینؑ کے اس کے قتل کرنے کی وجہ سے پھر اس کے بعد واقعہ حرہ کی وجہ
سے بھی۔

اور متفق ابن کثیر بھی لکھتے ہیں:

ولقد تقدم له قتل الحسين واصحابه على يد عبيد الله بن
زياد. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۲)

اور پہلے گذر چکا کہ یزید بنی نے حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو عبد اللہ بن
زیاد کے ہاتھوں قتل کیا ہے۔

یہ تصریحات سب کی سب علماء نے شریعت کی ہیں جو یزید کو قتل حسینؑ سے بری مانے
سے روکنے کے لئے کافی ہیں اور تاریخی شہادت تو بالکل صاف اور اسی کے حامل مجرم ہونے
کی بھی موجود ہے۔ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا

ایک خط یزید کے خط کے جواب میں نقل فرمایا ہے اس کو پڑھئے۔ یزید کا خط اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا جوابی خط نقل کرنے میں طوالت ہوئی، اس جگہ میں صرف حضرت عبداللہ بن عباس کے خط سے خاص خاص الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن کو دونوں کے خط دیکھنے کا شوق اودودہ ابن اشیر کی تاریخ کامل کی طرف رجوع فرمائیں۔ (۱)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ یزید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

کیف وقد قتلنا حسیناً وفتیان عبد المطلب مصابیح الہدی

ولجوم الأعلام، غادرتهم خیولک بامرک فی صعد واحد،

مؤملین باللعاء، مسلوبین بالعراء، مقتولین بالظماء، لا مکفنین

الخ (الکامل فی التاريخ ج اول ص ۶۳۲/۶۳۳ طبع مکتبۃ الانکسار لدولہ)

"کس منہ سے تو یہ بات کر رہا ہے جب کہ تو نے ہی حضرت حسینؑ کو شہید کیا اور عبد المطلب کے نو جوانوں کو بھی قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور رہنماؤں کے ستارے تھے، ان کو تیرے گھوڑوں نے تیرے حکم سے روند کر تھوڑا ایک زمین میں حالانکہ وہ خون سے لت پت چھٹیل میدان میں، برہنہ حالت میں اور شدت پیاس سے مقتول پڑے تھے، ان کو کفن بھی نصیب نہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خط صرف تاریخی سند سے مروی نہیں ہوتا تو پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل یزید نے کرایا تھا کیونکہ قد قتلنا حسیناً وفتیان عبد المطلب اور بامرک فی صعد واحد کے الفاظ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول الفاظ، بالکل قتل کی نسبت اور حکم دینے کو صاف صاف یزید کو مجرم بنانے کا تقاضا کرتی ہیں اور اس خط کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۱) یزید اور ابن عباس کے دونوں خطوط مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۰-۲۵۱ پر بحوالہ طبرانی منقول ہیں اور علامہ نور الدین ہمشی فرماتے ہیں: رواہ الطبرانی فی جامعہ لم یعولہم (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۲، طبرانی المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۳-۲۳۴)۔

شید کریم اور کریم یزید

سے منسوب روایت نہ ماننے کی کوئی معتدل وجہ بھی نہیں ہے، سوا اس کے کہ کہہ دیا جائے کہ یہ ایک تاریخی روایت ہے جس کی نہ کوئی قابل اعتماد سند ہے نہ اس سند کے رجال کا کوئی قابل معلوم ہے، یہ بات ٹھیک ہے مگر میں تو صرف اتنا کہتا چاہتا ہوں کہ یزید کو بری کرنے والے اس کے حمایتی جو یزید کو بالکل کلین چٹ دے رہے ہیں، ان کے پاس کوئی معجزہ سند اور صحیح روایت ہے؟ وہ بھی تو سامنے لائیں تاکہ سب پر غور کیا جائے یا صرف ان کے ہاتھ میں بھی اس سے زیادہ کمزور غیر معتد صرف تاریخی روایت یا صرف چند علماء کے اقوال ہیں جن کو محقق کہہ کر صرف رعب جمار ہے ہیں اور حقیقت میں اس قول میں کوئی دم نہیں محقق ابن کثیر نے یزید کا قتل حسین سے بالکل بری ہونا تسلیم نہیں کیا ہے اور دونوں قسم کی روایتوں کو ذکر کیا، وہ بھی لکھتے ہیں:

ان یزید فرح بقتل الحسین اول ما بلغه ثم ندم علی ذلک.

(البدایہ والتبایہ ج ۸ ص ۳۲۷)

بیک یزید خوش ہوا جب حضرت حسین کے قتل کی پہلی خبر پہونچی، اس کے بعد اس بات پر نادم ہوا۔

بلکہ جس روایت میں یزید کے عبداللہ بن زیاد سے ناخوش ہونے اور اس پر لعنت بھیجے کا ذکر ہے، خاص اس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

بل ابی علیہ وقتله لبغضی بقتله الی المسلمین، و ذرع لی فی قلوبہم العداۃ لابغضی البر و الفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسبا، مالی و لابن مروجانہ، لعنہ اللہ و غضب علیہ.

(البدایہ والتبایہ ج ۸ ص ۳۲۷)

بلکہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت حسین کی درخواست سے انکار کر دیا اور قتل کر ڈالا، ان کے قتل کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں مجھ کو مبغوض بنایا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا، ہر نیک و بد نے مجھے

مبغوض بتایا اور میرے حضرت حسین کے قتل کرنے کو لوگوں نے بہت بڑی بات بتایا، اس لئے ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ بن زیاد سے میرا کیا تعلق؟ اللہ اس پر لعنت کرے۔

یزید کا اپنا بیان ہے جس میں من قتلی حسناً موجود ہے، اگرچہ اسی عبارت میں قتل کی نسبت اس سے پہلے عبید اللہ بن زیاد کی طرف بھی کی ہے، بعد میں اس کی نسبت اپنی طرف بھی کرنی پڑی ہے؛ کیونکہ لوگ یہی مانتے جانتے تھے، اس بات کو بہت بڑی بات سے تصور کرتے تھے، کام نکل جانے اور قصہ تمام ہو جانے پر اب ہر ایک دوسرے پر الزام رکھتا اور لعنت اور ملامت کرتا تھا، خود عبید اللہ بن زیاد بھی بقول ابن کثیر علیہ الرحمہ یزید کو فاسق ہی کہتا اور سمجھتا تھا، مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ بھلے ہی یزید کو فاسق کہنے میں شک اور تردید کا اظہار کرتے ہوں لیکن عبید اللہ بن زیاد کو اس میں کوئی تذبذب یا تردید بالکل نہ تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں بلکہ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

وقد كان يزيد كتب الى عبید الله بن زیاد ان يسير الى ابن الزبير في حاصره بمكة فابى عليه وقال والله لا اجمعهما للفاسق ابداً، اقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واغزو البيت الحرام؟ وقد كانت امه مرجانه قالت له حين قتل الحسين: ويحك ماذا صنعت وماذا ركت، وعنفته تعنيفاً شديداً. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۰۹)

یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ وہ عبید اللہ بن زبیر کی طرف نکلے مکہ میں ان کا محاصرہ کرے؛ لیکن اس نے یزید کا انکار کیا اور کہا: خدا کی قسم میں دونوں بات اس فاسق کے لئے جمع نہیں کروں گا، نبی کے نواسے کو قتل بھی کروں اور بیت اللہ پر فوج کشی بھی کروں؟ عبید اللہ بن زیاد کی ماں مرجانہ نے

کہا جس وقت حضرت حسینؑ کو اس نے شہید کیا تھا: تیرا اس ہو یہ تو نے کیا کیا
اور کیسا کام کر ڈالا اور ماں نے بہت سخت ست اس کو کہا تھا۔

اور علامہ ابن اثیر کی تاریخ الکامل ج ۱ ص ۶۳ قدیم نسخہ ج ۳ ص ۱۱۲۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی منقولہ بالا روایت سے صرف عبید اللہ بن زیاد کا یزید کو فاسق
کہنا یا سمجھنا نہیں ثابت ہوا؛ بلکہ اس کے الفاظ لا اجمعہما للفاسق ابداء، اقتل ابن
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واغزو البیت الحرام سے صاف صاف
یہ بھی ثابت ہوا کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بھی یزید کی مرضی اور حکم سے کیا
ورنہ فاسق کے لئے ذلوں باتوں کے جمع کرنے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔
فسق یزید پر فرزند یزید کی شہادت:

اس گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے یہ بتا دوں کہ یزید کے فاسق ہونے کی گواہی عبید اللہ
بن زیاد نے تنہا نہیں دی ہے بلکہ تاریخوں میں خود یزید معاویہؓ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے
علامہ ابن حجر عسقلانی کی اپنی کتاب الصواعق المحرقة ص ۲۲۳ مطبوعہ استنبول میں ہے: معاویہ
بن یزید نے جب اس کو یزید کے بعد ولایت اور حکومت سونپی گئی بمبر پر آ کر خطبہ دیا اور کہا
خلافت اللہ کی ایک رسی ہے میرے دادا معاویہؓ نے خلافت کے اہل حضرت علی بن ابی
طالب سے جو میرے دادا سے زیادہ حق دار تھے، ان کے ساتھ نزاع کیا اور تمہارے ساتھ
جو کچھ کیا تم کو معلوم ہے یہاں تک کہ ان کو موت آ گئی اور اپنی قبر میں اپنے ذنوب کے ساتھ
دفن ہو گئے پھر خلافت کا قلمداد میرے والد یزید کے گلے کا ہار بنا حالانکہ وہ اس خلافت
کے اہل نہ تھے، انہوں نے رسول اللہؐ کے نواسے سے جھگڑا کیا اپنی عمر کو کھیل کود میں گزارا اور
اپنی عاقبت کو برباد کر ڈالا پھر اس کے بعد رونے لگا اور کہا:

ان من اعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه وبس منقلبہ،
وقد قتل عنرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اباح الخمر
و حرب الکعبۃ ولم اذق حلاوة الخلافة، فلا اتقلا مرارتھا

۱۔ بلکہ تاریخوں میں خود یزید کے بے معاویہ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے۔

فشانکم امرکم۔ (المواہق لخر قدس ۳۳ طبع استواں)۔

بڑی مصیبت ہم پر یہ ہے کہ ہم اس کے ٹھکانہ کی برائی اس کی بد اسما کی کو جاننے ہیں، اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے اور شراب کو مباح سمجھا اور کعبہ کی تخریب کی، میں نے خلافت کی ملاوت نہیں چنھی، اس لئے اس کی تمغی چکنا نہیں چاہتا تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

اسی طرح کا مضمون حیاۃ النبی ان ج ۱ ص ۸۸، تاریخ دول الاسلام اور تاریخ قمیص وغیرہ کے حوالے سے سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب اختلاف یزید کے ص ۳۱۲ و ۳۱۳ پر بھی نقل فرمایا ہے، لہذا بغور مطالعہ فرمائیے مرض وفات سے صرف چالیس دن پہلے انتقال کے وقت معاویہ بن یزید نے یہ بیان دیا ہے اور بقول مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ

کیا کوئی مسلمان موت کے وقت جھوٹ بولے گا اور خدا کے پاس جاتے ہوئے جو عالم الغیب و الشہادہ ہے اپنے باپ کے خلاف ہی گواہی دے گا، یہ تو گھر کی شہادت اور خود بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف ہے جہاں جھوٹ اور غلط بیانی کا ادنیٰ شبہ بھی نہیں، اس کے باوجود یزید کے حمایتیوں کو یزید کی شراب نوشی کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت تک نہ ملی حالانکہ ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے صحیح سند کے ساتھ ایک روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے وہ تنہا ثبوت کے لئے کافی ہے مگر اس کی تائید ضعیف روایتوں تاریخی شہادتوں کو پیش کر ہی دیا ہے، اب ایک دوسری صحیح سند والی روایت پیش کر رہا ہوں تاکہ یزیدی حمایت کے سرگرم اہل علم حضرات کو تسلیم کرنے میں بھی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے، امام محدث بیہقی اپنی کتاب دلائل النبوة کی چھٹی جلد میں پوری صحیح سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسن بن الفضل اخبرنا عبد اللہ بن جعفر حدثنا يعقوب بن سفيان قال سمعت ابن عضير قال اخبرنا ابن فليج ان ابا عمرو بن حفص بن المغيرة وفد على يزيد، فاکرمه

(۱) یہ اقرار معاویہ بن یزید کو اپنے والد کے بارے میں ہے کہ اصل قاتل یزید ہے۔

وأحسن جائزته، فلما قدم المدينة قام الى جنب المنبر، وكان مرضيا صالحا. فقال: ألم أحب أن أكرم، واللّٰه لرايت يزيد بن معاوية يترك الصلاة سكرًا، فاجمع الناس على خلعه بالمدينة فخلعوه.

(دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۷ اور دلائل النبوة کے محشی سید محمد ابراہیم حاشیہ پر لکھتے ہیں درود ابن عساکر فی تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۸ من طریق عبد اللہ بن جعفر) ہم کو ابو الحسن بن الفضل نے خبر دی ان کو عبد اللہ بن جعفر نے بتایا ان کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں نے ابن عسیر سے سنا اور انہوں نے کہا کہ ابن خلیج نے خبر دی کہ (عمر بن حفص) بطور وفد یزید کے پاس بھیجے گئے تو یزید نے اکرام کیا اور اچھا انعام دیا لیکن جب وہ مدینہ لوٹ کر آئے تو مہر کے قریب کھڑے ہوئے وہ نیک اور پسندیدہ شخص تھے انہوں نے کہا: میرا اکرام کیا گیا تو میں کیوں ناپسند کروں لیکن بخدا میں نے یزید بن معاویہ کو نشے میں دیکھا کہ اس نے نماز ترک کر دی پھر مدینہ والے اس کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔

اس روایت کے اندر امام بیہقی کے کل پانچ راوی ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)..... ابو الحسین بن الفضل، ہو محمد ابن الحسین بن محمد بن الفضل القطان التونی

۳۱۵ھ: ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی ج ۹ ص ۴۵۱)

(۲)..... عبد اللہ بن جعفر درستیہ الخوی التونی ۳۲۷ھ: ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۶ ص ۳۱۸)

(۳)..... یعقوب بن سفیان بن جوان الفاری الفسوی حافظ کبیر ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۶ ص ۲۳۳ اور تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۵۱۲)

(۴)..... ابن عفر، ہوسید بن کثیر بن عفر نسب لجد، ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۶۱)

(۵)..... ابن لعل، ہو محمد بن لعل التونی صحابہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۱)

(۶)..... ابو عمرو، ہو ابو عمرو بن حفص بن المغیرہ صحابی ہیں۔

تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۱۶ اور اصابہ ج ۳ ص ۱۳۹ اور امام بیہقی نے خود سند میں

ی فرما دیا ہے وکان مروضیا صالحا۔

یہ سند بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح سند ہے اور امام بیہقی جیسے عظیم محدث اسی سند سے روایت نقل فرما رہے ہیں، یہ روایت بھی یزید کا شراب پینا اور نشہ کی حالت میں رہنا بتا رہی ہے اور نماز چھوڑنا بھی فسق کی واضح دلیل ہے اور کوئی تاریخی روایت بھی نہیں ہے، اگر اب بھی یزید کا فاسق ہونا ثابت نہیں ہوا تو کیا ثبوت کے لئے وحی نازل ہوگی لیکن ہمارے مہربان یزیدی حمایتی حضرات اس کو اپنے علمی غرور اور تکبر کی وجہ سے نہ ماننے والے ہیں اور نہ مانیں گے۔ محدثین کرام جن کی نظریں وسیع ہیں، ان کے علم میں اس سلسلہ کی اور بھی روایت موجود ہیں اور اسماء الرجال کے اندر بھی یزید کی شراب نوشی کی مزید تصریحات موجود ہیں، ان سب کو مسترد اور رد کر دیا جائے تو نہ اسماء الرجال کا کوئی اعتبار باقی رہے گا نہ علم حدیث اور سند کا ہی کوئی بھروسہ رہ جائے گا، ایسا دروازہ کھل جائے گا کہ دین بازیچہ اطفال ہو کر رہ جائے گا، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی اصابہ ج ۳ ص ۱۷۷ القسم الثانی حضرت محمد بن ابی الجہم عدوی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ذكر الزبير ان محمدا هذا شهد الحرة فقتله مسلم بن عقبة بعد

ذالك صبرا، وكان قبل ذلك ولد علي يزيد فاجازه للما

خرج اهل المدينة علي يزيد، شهد محمد عليه انه يشرب

الخمر وغير ذلك فقال له مسلم بن عقبة، والله لا يشهد

شهادة زور بعدها فقتله، وكذا ذكر يعقوب بن سفيان في

تاریخہ عن ابراہیم بن المفدر عن محمد بن الضحاك بن
 ضحاك عن مالك عن مالك وزاد و كانت الحرة سنة ثلاث
 وستين وقتل يوغند من حملة القرآن سبع مائة نفس.

(اصابہ ج ۳ ص ۳۷۳ القسم الاول)

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے یہ محمد واقعہ حرہ میں شریک تھے اور واقعہ کے بعد مسلم
 بن عقبہ نے ان کو قید کر کے قتل کر دیا، اس سے پہلے انہوں نے ایک بار یزید
 سے ملاقات کی تھی اور یزید نے ان کو انعام بھی دیا تھا لیکن محمد بن ابی الجہم نے
 یزید کے خلاف گواہی دی تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اس کے علاوہ اور غلط باتوں
 کے بارے میں بھی بتایا تھا، اس پر مسلم بن عقبہ نے کہا: خدا کی قسم اس واقعہ کے
 بعد جھوٹی گواہی نہ دے گاں اس لئے ان کو قتل کر دیا اور اسی طرح یعقوب بن
 سفیان نے اپنی تاریخ میں ابراہیم بن المہدی نے عن محمد بن ضحاك عن مالك
 بیان کیا ہے اور واقعہ حرہ ۶۳ھ کو پیش آیا تھا اور اس میں سات سو حاملین قرآن
 اس دن قتل کئے گئے۔

اس کے پہلے والی روایت میں ابو عمرو صحابی نے واللہ لرأیت یزید بن معاویہ فرمایا
 کہ بخدا میں نے یزید کو خود دیکھا نشہ کی حالت میں نماز چھوڑتے ہوئے، اس روایت میں
 بن ابی جہم رضی اللہ عنہ نے شہادت دی شراب پینے کی، کیا محمد بن ابی جہم جیسا صحابی جھوٹی
 بے دیکھے گواہی دے گا؟ ان کو شہادت کے شرعی شرائط کا علم بھی نہ تھا؟ بعد کے لوگ شہادت
 کے معنی جان گئے، ان صحابی کو اس کا کوئی علم اور پتہ نہ تھا، کیا یہ بات باور کرنے کے لائق ہے
 اس روایت کے بھی تمام راوی ثقہ ہیں، آخری راوی امام دارالہجرہ امام مالک بن انس
 روایت ختم ہوتی ہے جو امت کے چار ممتاز و معتدترین ائمہ میں سے ایک ہیں، انھیں
 ارسال کا احتمال اس لئے ختم ہو جاتا ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ امام مالک ایک کے علاوہ
 ضعیف سے روایت کرتے ہی نہیں اور مذکورہ بالا روایت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)..... یعقوب بن سفیان التوفی عن ۲۷ ثقہ حافظ۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳۳)

(۲)..... ابراہیم بن منذر المذنی التوفی ۲۳۶ھ بخاری کے راویوں میں ہیں

صدوق ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۸)

(۳)..... محمد بن ضحاک ثقہ ہیں۔

امام قاسم بن قطلوبغا نے کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتاب السنۃ اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۲۲ امام صفدی نے البیانی بالوفیات، امام احمد ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ان کو ذکر کیا ہے۔

(۴) امام مالک بن انس: کل من روی عنہ مالک فهو ثقة الا عبد الکریم عبد الکریم کے سوا جس سے امام مالک روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے اس لئے تمام ثقہ ہیں مرسل اور منقطع بھی اس روایت میں عبد الکریم سے نہیں، اگر ہے بھی تو چونکہ وہ نافع اس طرح کی روایت کر چکے ہیں، اس لئے انہیں کا اس میں امکان قوی ہے پھر اگر روایت منقطع یا مرسل بھی ہے تو اس کے لئے عمرو بن حفص صحابی کی روایت موجود ہے اس لئے دونوں قابل اعتماد اور صحیح روایت مانی جائے گی، اصول حدیث کی روشنی میں قابل استدلال اور حجت ٹھہرے گی۔

امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

فهذان المرسلان من هذين الوجهين المختلفين مدلان على

ثبوت الحديث: (انقضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۵۷)

تو یہ دونوں مرسل روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہیں حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

چونکہ امام مالک کی پیدائش، صحابی رسول جو گواہی دے رہے ہیں محمد بن ابی الجہم کی شہادت کے بعد ہوئی لہذا دونوں کے درمیان محدثین کے قاعدہ سے انقطاع یا ارسال ماننا

ضروری ہے پھر اس روایت میں مزید قوت ایک تیسری سند والی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں واقعہ کی جیسا ضعیف راوی پایا جاتا ہے دیگر صحیح منقطع السند روایتیں اس کو قوت پہونچاتی ہیں اس لئے اصول حدیث اور محدثین کے قاعدہ کے مطابق وہ بھی قوی اور قابل استدلال قرار پائے گی، واقعہ کی دہلی وہ ضعیف روایت امام حاکم مستدرک میں اور محمد بن سعد اپنی طبقات ابن سعد میں حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کی گواہی کے تعلق سے نقل کرتے ہیں:

حدثني عبد الرحمن بن عثمان بن زياد اشجعي عن ابيه قال كان معقل بن سنان الاشجعي قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم وحمل لواء قومه يوم الفتح وكان شابا طريا، ولقي بعد ذلك حتى بعثه (۱) الوليد بن عقبه بن ابي سفيان وكان على المدينة فاجتمع معقل بن سنان مسلم بن عقبة الذي يعرف بمصرف فقال معقل لمصرف وقد كان انسه وحادث الى ان ذكر معقل بن يزيد بن معاوية فقال معقل اني خرجت كرها لبيعة هذا الرجل وقد كان من القضاء والقدر خروجي اليه وهو رجل يشرب الخمر ويزني بالمحرم ثم قال منه، وذكر خصالا كانت فيه. (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۶۹ مطبوعہ المکتبۃ المدینہ بیروت وج ۳ ص ۵۲۳ مطبوعہ المکتبۃ المدینہ حیدرآباد طبقات ابن سعد الجزء الرابع القسم الثاني ص ۲۳)۔

مجھ سے عبد الرحمن بن عثمان نے بیان کیا وہ اپنے والد عثمان بن زیاد اشجعی سے

(۱) ولید بن حبیب نے مدینہ سے وفد بھیج دیا تھا، وفد بھیجے والا عثمان بن محمد بن سفیان تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ سے پہلے جو حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے بعد یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ کا گورنر ولید بن حبیب تھا، البتہ واقعہ حرم میں شریک ہے یہ امام ذہبی کی عبارتوں سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔

روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا مہمل بن سنان انجلی بنی کریم کی صحبت میں روچے تھے کہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لے ہوئے تھا اور ترونا زونو جمان تھے اس کے بعد بھی زندہ تھے یہاں تک کہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے ان کو بھیجا اور وہ مدینہ کا گورنر تھا پھر مسلم بن عقبہ جو سرف بن عقبہ سے معروف ہے دونوں جمع ہوئے حضرت مہمل نے سرف سے کہا: دونوں میں پہلے انس و شکو تھی یہاں تک کہ مہمل نے یزید بن معاویہ کا ذکر چھڑا تو مہمل نے بتایا کہ میں قہر اجر اس شخص یعنی یزید کی بیعت کے لئے نکلا لیکن قہار قدر سے میرا اس کے پاس جانا ہو گیا وہ تو ایسا آدمی ہے کہ شراب پیتا ہے محرمات سے مذاکرہ ہے پھر دو باتیں کہیں جو یزید کی عادت میں تھیں اس۔

نوٹ: اس روایت میں راویوں کے جو کچھ نام تھے وہ ہم نے سند میں دیکھ کر دیتے ہیں اس سند میں کل تین راوی ہیں:

(۱)۔۔۔ محمد بن عمر الواقدی (۲)۔۔۔ عبدالرحمن بن زیاد (۳)۔۔۔ زیاد بن عثمان۔

اس کے بعد صحابی رسول مہمل بن سنان انجلی بنی مہنی کو چھوڑ کر سند کا نچلا راوی واقدی ہے اس کے بعد دو راوی عبدالرحمن بن زیاد اور زیاد بن عثمان دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں، دونوں ثقہ ہیں اور ان کا تذکرہ اسامہ الرجال کی کتابوں میں موجود ہے جن کو ہم آگے نقل کریں گے اس جگہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرد و ایام اور بے علم کا ثبوت اور مطیع والوں کی مہربانی سے کتابوں میں نام کے اندر غلطی ہو گئی وہ وہ بن میں رہتا چاہئے مستدرک حاکم میں عبدالرحمن کی جگہ ابو عبدالرحمن ہو گیا ہے طبقات بن سعد میں عبدالرحمن بن زیاد کی جگہ عبدالرحمن بن عثمان ہو گیا ہے اسی طرح مستدرک میں ابو عبدالرحمن بن عثمان ہو گیا ہے حالانکہ صحیح نام صرف عبدالرحمن بن زیاد بن عثمان ہے اسباب میں صحیح نام ہے زیاد بن عثمان حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ذکر الواقدی من طریق زیاد بن عثمان الاشجعی سند کے راویوں کا حال پڑھے۔

عبدالرحمن بن زیاد: شیخ بیروی عن قباث بن اشیم روی عنہ یونس بن سیف (کتاب الثقات ج ۲ ص ۳۰۷، کتاب التابعین باب العین مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت کتاب الجرح والتعديل ج ۵ ص ۲۹۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت اور التاريخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۱۶۶ الثقات ممن لم یقع فی الکتب السنۃ ج ۶ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار ابن عباس الیمین الصفاء ۱۳۳۲ھ یہ ثقہ بھی ہیں اور تابعی ہیں قباث بن اشیم صحابی سے روایت کرتے ہیں۔

زیاد بن عثمان یہ بھی تابعی ہیں اور ثقہ بھی ہیں، امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں عدوہ فی التابعین لا یعرف مگر ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لسان المیزان میں فرماتے ہیں ذکر ابن حبان فی الثقات لسان المیزان ج ۲ ص ۴۹۵ بخاری اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں بیروی عن عباد بن زیاد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً وهو مجهول امام قاسم بن قطلوبغا ان کو چونکہ اپنی کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتب السنۃ کی جلد ۴ ص ۳۵۵ میں ثقات میں شمار کرایا ہے اور ابن حبان نے گذر چکا ثقات میں ہی شمار کیا ہے، اس لئے یہ راوی بھی ثقہ راوی ہیں اور زیاد بن عثمان سے روایت کرنے والے بھی دو ہیں ایک تو ان کے بیٹے عبدالرحمن بن زیاد ہیں دوسرے حجاج بن حجاج الاسلمی ہیں اور اصول حدیث کا قاعدہ معلوم ہے کہ جس سے دو شخص روایت کرتے ہیں وہ مجہول نہیں کہا جاسکتا ہے اس لئے عبدالرحمن بن زیاد بھی مجہول نہیں ان سے محمد بن عمر واقدی اور یونس بن سیف المتونی ۱۲۰ھ روایت کرتے ہیں غرض اس روایت میں واقدی کے سوا کوئی بھی نہ مجہول اور نہ غیر ثقہ یا ضعیف ہے اور واقدی کے متعلق پہلے گذر چکا ہے وہ ضعیف ہے حافظ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے اقوال پہلے گذر چکے ہیں امام ذہبی واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمد بن عمر واقد الاسلمی مولاہم الواقدی القاضی صاحب

التصانیف والمغازی العلامة الامام ابو عبد اللہ أحد ادعیۃ

العلم علی ضعفه المتفق علیہ..... ومع هذا لا يستغنى عنه في
المغازي وایام الصحابه و اخبارهم..... ولذا سنة لالین
ومائة. (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۳۲ و ۵۳۳ منقطع)

محمد بن عمر بن واقدی اسلمی ان کے مولا واقدی قاضی ہیں جو صاحب تصانیف
ومغازی ہیں، علامہ ابن ابی عبد اللہ علم کے برہنوں میں سے ایک ہیں جن کے
ضعف پر اتفاق ہے..... اس کے باوجود ان سے استغناء نہیں ہے صحابہ کی جنگوں
اور ان کی خبروں کے سلسلے میں..... ایک سو تیس ۱۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

لیکن واقدی کے ضعف کا انجبار سابقہ مرسل اور مستدرجاتوں سے ہو جاتا ہے، اس
لئے اصول حدیث کے قاعدہ سے یہ روایت صحیح ٹھہرتی ہے اور قابل استدلال ہے، لہذا اس
روایت کو واقدی کا بہانہ بنا کر بے اعتبار اور کٹم نہیں کیا جاسکتا ہے۔
اس جگہ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنے کی ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ
۱۱ ص ۲ کے اندر ج ۲ ص ۲۳۶ پر معتزل بن شان صحابی رضی اللہ عنہ سے بحوالہ واقدی یہ الفاظ
نقل فرماتے ہیں:

ابی قلیب علی هذا الرجل فوجدته يشرب الخمر وينكح
الحرام فلم يدع شيئا حتى قال فيه. (۱۱ ص ۲ ص ۲۳۶)
میں اس شخص کے پاس آیا تو اسے شراب پیتے ہوئے پایا اور حرام نکاح کرتے
ہوئے اور کچھ بھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ (سب کچھ) کہہ ڈالا۔

اس جگہ وجدتہ کے معنی رايتہ ہی کے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے معتزل
بن شان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كان يكون بالكوفة، فوجد علي يزيدي فرأى منه امورا منكورة
فسار الى المدينة وخلع يزيدي وكان من كبار اهل الحرة، رضي
الله عنه، امر فذبح صبرا يوم الحرة وله نيف وسبعون سنة، قتل

فی سبۃ ثلاث و مستین۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ الصفا)
وہ کوفہ میں رہتے تھے یزید کے پاس بطور وفد گئے تو اس سے ناجائز کام ہوئے
دیکھا پھر دینے چلے گئے اور یزید کی بیعت کو توڑ دیا اور وہ واقعہ حرہ کے سرکردہ
لوگوں میں ہیں، جبراً ان کو قتل کیا گیا، حرہ کے دن ان کی عمر ستر سال سے اوپر تھی۔

مذکورہ بالا تاریخی دستاویزوں کی روشنی میں فسق یزید آشکارا، مگر مولانا
اعظمی کا غیر معقول موقف:

اگر بے ادبی معاف ہو تو اس جگہ عرض کر دوں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی اور قاضی
ابوبکر ابن عربی اور امام غزالی علیہم الرحمہ کو دیکھا دیجئے کہ حضرت عمرو بن حفص صحابی اور
حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہما دو گواہ چشم دید شہادت یزید کے شراب پیئے کی رو سے
رہے ہیں، اب آپ حضرات صحابہ کو جھٹلا کر کس کی حمایت کر رہے ہیں؟

غور فرمائیں کیا آپ اس کے لئے اپنا علم اور اپنا زور قلم استعمال کر رہے تھے، مولانا
حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا کیا معنی ہے:

”یزید کہ یزید جمہور اہل سنت کی تصریح کے بموجب مسلمان تھا اور کسی مسلمان کو فسق
و فجور کے ساتھ متصف ماننے اور ثابت کرنے کے لئے شرعی اصول سے ضروری ہے کہ اس
کے فسق و فجور کی چشم دید شہادتیں موجود ہوں۔“

تواتر کی حقیقت اور یہ جو بعض علماء جذبات کی رو میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یزید کی بد
اعمالیوں کی شہرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے تو میرے نزدیک یہ بات اہل بیت کی محبت
کے جوش میں قلم سے نکل گئی ہے مگر شریعت ایسے جوش کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور اس
کو ان علماء کی اضطرابی حرکت سمجھتا ہوں ورنہ حقیقت کی میزان میں ان کی یہ بات پوری
نہیں اترتی، ہر افواہ جو پھیل جائے اس کو خبر متواتر کہنا تواتر کی سخت توہین ہے تواتر کے لئے
جہاں اور شرطیں ہیں، اس کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اگر خبر کا تعلق دیکھنے کی چیز سے ہو

ضروری ہے کہ اس کا مستند انتہاء مشاہدہ ہو ورنہ وہ متواتر نہیں ہو سکتی، پس یزید کی بد اعمالیوں کو متواتر کہنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان خبروں کا سلسلہ اوپر جا کر جہاں ختم ہوتا ہے وہاں بکثرت ایسے لوگ کے بیانات پائے جاتے ہیں یا نہیں جو یہ کہتے ہوں کہ ہم نے بد اعمالیوں کا ارتکاب کرتے ہوئے یزید کو دیکھا ہے، اگر خبروں کا سلسلہ بیانات پر مشتمل ہوتا ہے تو ان کو متواتر کہنا بے شک صحیح ہے لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی آخری کڑی محض افواہ اور سنی سنائی باتیں ثابت ہوتی ہیں تو ان کو متواتر کہنا بالکل غلط اور صریح مغالطہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھ کر کہنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے چہ جائیکہ جم غفیر اور دعویٰ کر دیا جاتا ہے تو اتر کا۔ حالانکہ اس صورت سے تو اتر تو درکنار شرعی اصول سے بد اعمالیوں کا مطلقاً ثبوت نہیں ہوتا، ایسی صورت میں یزید پر شرعی فاسق ہونے کا حکم کیسے لگے گا، حضرت ابن حنفیہ کا ارشاد تو آپ پڑھ چکے ہیں اب امام غزالی کی تصریح سنئے فرماتے ہیں:

لا يجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق. (شرح نقدا کبر)

کسی مسلمان کو کسی گناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق منسوب کرنا جائز نہیں۔

اس مسئلہ میں کوئی خاص وقت و بیحدگی نہیں ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو ہمارے مخاطبین بھی اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر ان کو بعض محقق علماء کے رویہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے کتابوں میں یہ دیکھ لیا کہ فلاں فلاں عالموں نے یزید کو فاسق بدست اور متہور لکھا ہے بس ان کی تقلید میں خود بھی اس کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنے لگے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان علماء نے یا تو مورخین کے بیانات کی ترجمانی کی ہے یا شہرت عام کی بنیاد پر جو خیال دماغوں پر چھایا ہوا تھا اسی خیال کے ماتحت غور و فکر مثبت کے بغیر یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں اس لئے کہ انہیں علماء سے جب موجب فسق امور میں سے کسی ایک کو متعین کر کے پوچھا جاتا ہے (مثلاً یہ کہ کیا یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا یا اس پر خوش ہوا تھا تو صاف لکھتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جن علماء نے ہر ہر الزام کو تحقیقی معیار پر جانچ کر قلم اٹھایا، انہوں نے

یا تو ضرور مٹانے کو غیر قاضی کہا ہے یا اس کے فسق بظاہر و باطن قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام غزالی کے شاگرد اور شہداء شریف کے مصنف و محقق عیاض کے استاد حافظ حدیث و مفسر قرآن کا مضمون ابو بکر بن العربی نے جن کی نسبت امام ذہبی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ وہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے مرتباً جہاد کو سونپے ہوئے تھے، انہو اسم من القوا اسم میں لکھا ہے:

فان قيل كان منها الدلالة والعلم ولم يكن يزيد عدلاً ولا عالماً،
قلنا بآي شيء نعلم علمه وعلم عدلانه ولو كان مسلوبهما
لذكر ذلك الصلاة الفطلاء الذين اشاروا عليه بان لا يفعل
واتمروا الى الامر بعيب الحكيم وادوا ان تكون شوري.

(انہو اسم من القوا اسم میں ۲۲)

یعنی انہو کہے کہ شروط خلافت میں سے علم اور عدالت بھی ہے تو ہم کہیں گے ہم کس دلیل سے یہ سمجھیں کہ وہ عالم یا عادل نہیں، آسانسی بات ہوتی تو وہ تینوں جہرات فضلاء (عبد الرحمن بن ابی بکر ابن زبیر اور اہل عمار) جنہوں نے معاویہ کو یزید کی بیعت لینے کا مشورہ دیا تھا، یزید کی جہالت و فسق کا ذکر ضرور کرتے ان لوگوں نے تو صرف یہ اعتراض کیا کہ یہ حکم خود راہی ہے خلیفہ کا انتخاب شوری سے ہونا چاہئے۔

اس کے بعد میں ۲۲ میں فرماتے ہیں:

"فان قيل كان يزيد عملاً، قلنا: لا يحل الا بشاهدين، فمن شهد بذلك عليه بل شهد العدل بعد الله، فروى يحيى بن بكير عن الليث بن سعد قال الليث توفي امير المؤمنين يزيد في تاريخ كذا فسماه الليث "امير المؤمنين" بعد ذهاب ملكهم وانقراض دولتهم ولولا كونه عدو كذا لك ما قال الا "توفي يزيد".

یعنی انہو کہا جائے کہ یزید شرابی تھا تو ہم کہیں گے دو معنی شہادوں کی شہادت

کتاب الخصال

کے بغیر ایسا کہنا جائز نہیں ہے پس سناؤ کہ اس نے اس کے خلاف چشم دیدی دی ہے اس کے یہ خلاف ایک عدل نے اس کی عدالت کی شہادت ثبت دی ہے چنانچہ ابن کبر لام لیث سے نقل ہیں کہ انہوں نے کہا ہے امیر المؤمنین یزید فلاں تاریخ میں انتقال کیا، امام ابو الیث جو امیر کی حکومت کے ختم ہو جانے کے بعد یہ فرما رہے ہیں، پس اگر یہ بیان کے نزدیک ایسا ہی ہوتا تو وہ اس سے زیادہ کہتے کہ یزید فلاں تاریخ میں مرا۔

اس کے بعد صفحہ ۱۳۳ میں امام احمد کی کتاب اثر بد کے حوالہ سے یہ دکھایا کہ امام احمد نے یزید (۱) کے خطبہ کا ایک جزو بھی اس کتاب میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اب ایک طرف امام احمد کا یہناؤ یزید کے ساتھ دیکھو کہ جس کتاب میں زیادہ صحابہ و تابعین کے اقوال منعقد کئے ہیں اس میں یزید کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔

(تجوید: شہید گریبان اور گمراہ یزید صفحہ ۵۲۵)

تاخرین کرام میں نے مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی کتاب سے اتنا لیا اور طویل اقتباس نقل کر دیا کہ آپ بھی پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہوں گے، تعجب یہ ہے کہ اس جگہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ یزید کو عادل اور غیر فاسق نہیں؛ بلکہ زائد ذہانت عابد فاضل ابو بکر کو دلیل بنا کر ثابت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ دوسری سانس میں یہ بھی فرماتے ہیں: ”لیکن یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ یزید اس وقت تک جس طرح کوئی فاسق مجاہد نہیں تھا، اسی طرح کوئی متقی، کوئی بڑا پاکباز شرع بھی نہیں تھا اور یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ (تجوید: ص ۴)“

”یہاں پہنچ کر ایک بار پھر ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد برگز برگز یزید کو ولی یا خلیفہ راشد یا امام مقتدی ثابت کرنا نہیں ہے نہ ہم اس کو زمرہ امیر و اقتدار

۔ ہماری جلد میں کتاب الدعوات باب المواعظہ ساعة بعد ساعة جس یزید بن معاویہ کا ذکر ہے یزید بن

معاویہ نقلی کوئی ہیں اور عثمان غنی کے زمانہ میں شہید ہوئے ہیں فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ ص ۳۳

(۱) یہ یزید بن معاویہ نقلی ہیں جن کا ذکر بخاری کتاب الدعوات کی روایت میں ہے جو گذر چکا۔

مسلمین میں شمار کرتے ہیں نہ شمار کرنے کو کہتے ہیں اور نہ ہم اس کے ساتھ ایسی حسن عقیدت رکھنے کی دعوت دیتے ہیں، جو عقیدت خلفاء راشدین یا ائمہ دین بزرگان اسلام صالحین و متقین یا متشرع و عادل بادشاہوں کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ (تجوید شمسید کر بلا و یزید ص ۴۹)

متشرع و عادل کو عادل بادشاہ بھی نہ مانا جائے اور فاسق بھی نہ تسلیم کیا جائے تو درمیان بتائیے اگر اس کو عادل بادشاہ بھی نہ مانا جائے اور فاسق بھی نہ تسلیم کیا جائے تو درمیان میں فاسق اور عادل کے بیچ وہ کونسا شرعی درجہ ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ وہی بتا دیجئے تاکہ یزید کے بارے میں نہ عادل نہ فاسق والا درجہ ہی تجویز کر دیا جائے، محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک اس درجہ کا کیا نام ہے جو غیر عادل اور غیر فاسق کے لئے آپ جو بتانا چاہتے ہیں۔۔۔ باقی رہی بات قاضی ابوبکر ابن عربی کی ان کے سامنے تو دو عینی شاہد حضرت معقل بن شان رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ پیش کر دیئے البتہ ان کو یہ ضرور یاد دہانی کرا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ مالکی ہیں اور گزر چکا ہے کہ امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل مدینہ کا مسلک شراب کے معاملہ میں عینی شاہد کا تقاضا کرنا خود ان کے مسلک کے خلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود اور بخاری کی ایک حدیث کے زیر بحث یہ ساری تفصیل گزر چکی ہے۔۔۔ اب یہ بھی سن لیجئے کہ ابن عربی اپنی اوقات سے زیادہ بڑھ کر لکھنے بولنے کے لئے جانے جاتے ہیں، دیکھئے حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۰۸-۱۱۱ لکھتے ہیں:

قد اصاب فی اشیاء واجاد وزیق فی مضائق کثیرة والانصاف یزید۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۱۰)

بہت چیزوں میں قاضی ابوبکر نے صواب کو پایا اور عمدہ بات کہی لیکن بہت مشکل مسئلوں میں داخل ہوئے تو لڑکھڑائی بھی کئے اور انصاف سب سے قیمتی چیز ہے۔۔۔ یہ زیر بحث مسئلہ یزید کے فسق کا انہیں پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جس میں قاضی ابوبکر ابن عربی بری طرح لڑکھڑائی کئے ہیں، امیر المؤمنین کا لفظ خلیفہ یا بادشاہ پر بول دیا جائے تو اس کے ثقل یا عادل ہونے کی دلیل نہیں بنتا ہے، ہاں کسی محدث پر بولا جائے تو وہ

دوسری بات ہے کسی بادشاہ یا حکمران کو صرف امیر المومنین کہنے سے اس کا عادل ہونا ثابت ہوگا نہ لقمہ ہونا، یہ اتنا واضح مسئلہ ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والے بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری اپنی کتاب استخفاف یزید ص ۵۰۲ اور ۵۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں: کسی کے نظریات پر تو قدغن نہیں لگائی جاسکتی، مگر جو استدلال قاضی صاحب نے پیش کیا ہے وہ بہر حال غلط ہے، لفظ ”امیر المومنین“ کے اطلاق سے عدالت امیر پر استدلال صحیح نہیں؛ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن حزم اور بعض دیگر بزرگوار بھی یزید پر امیر المومنین کا اطلاق کر دیتے ہیں اور پھر صراحتاً یزید کی تفسیق بھی کرتے ہیں، عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر حکمران فاسق بھی ہو تو اس پر امام اور امیر المومنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ”امام وقت خواہ فاسق و قاجر ہو یا نیکو کار و پرہیزگار لوگ ان سے راضی ہوں یا وہ بزرگ شمشیر خلیفہ بن بیضا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگ گئے ہوں الخ (تہذیب محمودی ج ۲ ص ۱۱۸)

جب فاسق حکمران پر امیر المومنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے تو پھر امیر المومنین کے اطلاق سے عدالت کا اثبات کیسے درست ہے؟ علاوہ ازیں تعجب ہے کہ یہ لوگ لیث بن سعد کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور صحابہ و تابعین کی تصریحات کو نظر انداز کر جاتے ہیں (استخفاف یزید ص ۵۰۲ و ۵۰۵ مصنفہ سید لعل شاہ بخاری خطیب مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ)

فاسق حکمران پر امیر المومنین کا اطلاق؟

جو کچھ سید لعل شاہ بخاری نے لکھا ہے اسی بات کو اچے الفاظ میں تحقیقی انداز سے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ بھی اپنی مایہ ناز کتاب ”منہاج السنۃ“ میں (ج ۲ ص ۲۳۹ تا ۲۴۰) خوب تفصیل سے لکھ چکے ہیں، اس کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے کہ لفظ امیر المومنین سے کسی خلیفہ یا حکمران کی عدالت ہرگز ثابت نہیں ہوتی، البتہ یزید کے طرف

سے دکانت کرنے والوں میں ہارے ایک بزرگ مولانا ابوالمصباح محمد سراج الحق صاحب مدنی پچھلی شہری بھی، محقق بننے کے شوق میں، قاضی ابوبکر ابن عربی سے بہت ہو کر اس میدان کے شہسوار بن کر کود پڑے ہیں، ان کی بھی سنئے، وہ اپنی کتاب میرت حضرت علی زین العابدین میں فرماتے ہیں:

”اہم، متباد: کتاب العوام من القوام معنفہ ابوبکر بن العربی (شاگرد امام قزاقی) میں ۲۳۳ پر ہے کہ امام احمد ابن حنبل نے امیر یزید کا ذکر اپنی کتاب التزہد میں زیادہ سے زیادہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں کیا ہے جہاں زہد و ورع کے بارے میں زہد امت کے اقوال نقل کئے ہیں، یہ روایت قاضی ابن العربی کے زمانہ تک کتاب لکن حنبل میں موجود تھی بعد میں غائب کر دی گئی، وہی روایت اب کتاب التزہد ابن مبارک میں موجود ہے، خدا نے اب تک اسے چوروں اور شیطانوں سے محفوظ رکھا ہے، ہر حال میں ابوبکر العربی نے یہی روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے: ”هذا يدل على عظيم منزلته“، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام احمد کے نزدیک یزید کی منزلت کتنی عظیم اور اس کا درجہ کتنا اہم تھا کہ ان کو زہاد و صحابہ اور تابعین میں داخل کر دیا ہے، مزید کہا: فاین هذا من ذکر المورخين له، کہاں یزید کا درجہ اور کہاں مورخین کے شراب نوشی اور طرح طرح کے فسق و فجور کے بیانات، تو یہ کیا ان مورخوں کو شرم نہیں آتی؟ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابو حنیفہ) اور امام احمد بن حنبل جیسے محدثین کے نزدیک یزید ایک عادل اور ثقہ شخص ہیں جن کی روایت حدیث بلا تامل مقبول ہے۔“

(میرت علی زین العابدین، ص ۹۰ و ۹۱ مصنف مولانا سراج الحق پچھلی شہری)۔
پہلے تو یہ غور سے پڑھیے کہ گفتگو کس یزید بن معاویہ کے بارے میں چل رہی ہے اور مورخین نے شرابی کس کو کہا ہے، اور قاضی ابوبکر بن العربی اور مولانا سراج الحق پچھلی شہری نیز مولانا حبیب الرحمن اعظمی کس یزید بن معاویہ پر بات فٹ کر رہے ہیں۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

مفتی ابوبکر قاسمی اور مفتی احمد اللہ نثار قاسمی اپنی ترتیب کردہ کتاب "واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہ و کردار یزید ص ۳۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب التزہد میں یزید کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں اس کا ذکر کر دیا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے، سو وہ امام احمد کی نظر میں اعلیٰ درجہ کے تابعین و نیک لوگوں میں سے ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب التزہد میں جس یزید کا تذکرہ کیا ہے وہ یزید بن معاویہ نہیں جو زیر بحث ہے؛ بلکہ وہ یزید بن معاویہ نخعی کوئی ہیں جو مشہور زاهد و عابد گذرے ہیں، ان کا تذکرہ تہذیب العہد و غیرہ کتب رجال میں مذکور ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں حافظ جمال الدین مزی کی تہذیب الکمال۔

(واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہ کردار یزید ص ۳۱۹)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی کتاب التزہد ہو یا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التزہد، اس میں یزید بن معاویہ اموی کا ذکر ہو، اور وہ بھی عابدوں زاہدوں کی جماعت میں؟ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ حنبلی خود امام احمدؒ سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ یزید بن معاویہ کو قابل روایت سمجھتے ہی نہیں تھے، اور ان کا فرمان هذا الذی فعل باہل المدینۃ ما فعل اور حافظ ذہبی بھی امام احمد سے نقل کرتے ہیں: "لا یسعی ان یروی عنہ" اور "مقدوح (۱) فی عدالتہ" کہ وہ روایت کرنے کے لائق نہیں اور اس کی عدالت مخدوش ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۷ ص ۲۶)

پس واضح ہو گیا کہ ابوبکر بن العربی کو غلط فہمی ہوئی، انہوں نے یزید بن معاویہ نخعی کوئی کو یزید بن معاویہ اموی سمجھ لیا ہے۔

بقیہ مولانا سراج الحق کچلی شہری نے جو فرمایا ہے کہ ابوبکر بن العربی کے زمانہ تک

روایت امام احمد کی کتاب الزہد میں موجود تھی، کتاب الزہد عبد اللہ ابن مبارک میں اس بات پر
اچکے چوروں اور شیطان سے محفوظ رکھا ہے تو ظاہر ہے، یہ چور کوئی کافر تو ہو گا نہیں، یہ کام
جب بھی کیا ہو گا تو کسی مسلمان ہی نے کتاب الزہد میں خرد برد کر کے چوری کی ہو گی، اور
امام غزالی نے شرعی حکم بتا دیا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا بلا تحقیق جائز
نہیں، اس لئے آپ تحقیق کے بغیر چوری جیسے کبیرہ گناہ کی نسبت کر کے شرعی قانون کا مذاق
کیوں اڑا رہے ہیں؟ اگر تحقیق کر چکے ہیں تو اس کا نام بتائیے ورنہ یاد رکھیں کہ کیا یہ قاعدہ
صرف یزید کو فائدہ پہونچانے کے وقت یاد رہتا ہے؟ اس لئے کیوں بھول گئے اور تحقیق بھی
جسم دید گواہ کے ذریعہ ہو گی ورنہ "دیگر اس رائیحت و خود رائیحت" دانی بات ہو گی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کے متعلق علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کبانی جو مکہ میں
مہمان تھے اور علامہ شوکانی جیسے عالم نے البدر (۱) الطالع میں جن کو مجتہد کا درجہ دیا ہے وہ اپنی
کتاب المعلم الشارح فی ایثار الحق علی الآباء والشارح ص ۳۶۸ طبع مصر پر لکھتے ہیں: (۲)
واعجب من ذلك من يحسن ليزيد المريد الذي فعل بخيار الامة
ما فعل وحتك بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم و قتل
الحسين السبط و اهل بيته و هتكهم و فعل ما لو استمكن من مثل
فعل علوهم من النصارى ربما كان ارفق منه، و من جملة
المحسنين له حجة الاسلام الغزالي ولكنه تصرفاته كلها كحاطب
ليل يجمع في خطبه الحجة والعقرب ولا يلري. (حوالہ بالا)

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید پلید کونیک بنا کر پیش کرتا ہے، یزید
وہی تو ہے جس نے بزرگان امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا، مدینہ الرسول
کی حرمت کو خاک میں ملا دیا، نواسہ پیغمبر حضرت حسینؑ اور ان کے اہل بیت کو
شہید کیا اور ان کی بے عزتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان
اسلام جیسے نصاریٰ وغیرہ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان

حضرات کے ساتھ ان سے نرم ہی ہوتا اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں امام غزالی بھی ہیں لیکن وہ اپنے تمام کارگزاریوں میں عاظم اللہ (رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) کی طرح ہیں جو اپنی لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پھر مزید وضاحت سے یزید کے مسئلہ پر صاف صاف لکھتے ہیں:

وَمَا يُهَوِّنُ صَنَعُ يَزِيدٍ إِلَّا مَحْذُولٌ أَدْرَكَهُ الشَّقَاوَةُ فِي مَشَارِكَةِ عِظْوَامِهِ الْمَرْوِيَّاتِ فَأَيَّاكَ وَالتَّفْرِيطَ وَالْإِفْرَاطَ وَلَكِنَّ الصَّبْرَ عَنْهَا كَالْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ مِمَّا مَعَ ثَوَاكِمِ الْجَهْلِ كَوْنَنَا هَذَا أَسَالُ الْعَافِيَةِ وَالسَّلَامَةِ، آمِينَ. (حوالہ بالا)

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الہی سے محروم ہو اور جس کو یہ شقاوت نے گھیر لیا ہو، اس طرح وہ بھی اس کے ٹہلک کر تو تون میں اس کا شریک بن گیا، لہذا تمہیں تفريط و افراط سے بچنا چاہئے لیکن اس مسئلے میں میرے نے کام لینا ایسا ہی جیسے انکارے کو ٹٹھی میں پکڑ لینا خصوصاً جبکہ جہالت و دھڑی چلی آئی ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہم اللہ تعالیٰ سے عاقبت و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ آمین

ہم تو اگرچہ یزید پر لعنت کے عدم جواز کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ "لَيْسَ بِالْمُؤْمِنِ بِاللَّعَانِ" حدیث میں آیا ہے نیز یہ ایک بے کار عمل ہے جو مؤمن کی شان کے خلاف ہے لیکن علامہ مقبلی امام غزالی کے بتائے ہوئے قاعدہ کے بارے میں بہت سخت تنقید کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

(۲) البدر الطالع الجزء الاول ص ۲۰۰ علامہ مقبلی التوئی ۸: ۱۱۰۸ حروف الصاد، فہو الجحد الذی اذا اصاب کان له اجران وان اخطا کان له اجر۔ (۳) کردار یزید ص ۲۹۴ سے نقل کیا ہے۔

اور فقہ کا نزاع مسئلہ جس کو ابن جریر بھی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقة میں بیان کیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، اگرچہ بالا جماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے، جو مے خور ہو اور جو قطع رحم کا مرتکب ہو اور جو منہ سے الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل سے راضی ہو، فرماتے ہیں: خود یزید پر لعنت نہیں کر سکتے مگر اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا جیسا کہ ان کا بیان ہے اور ایسا ہی ہم ان کی کتابوں میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں یہ ان کا کلیہ ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں قیاس الدلالة کی بنا پر یوں ہونا چاہئے تھا کہ نہ کسی معین شراب خور پر حد لگائی جاتی اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی طرح وہ سارے احکامات شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ تم تو منطق کی شکل اول کی بھی جو بدیہی الانسان ہے مخالفت کر رہے ہو، لہذا اب اس کے بعد اب کوئی دلیل تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے کہ یہ یزید جس نے شراب پی ہے (صغریٰ) اور شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (کبریٰ) لہذا یہ مزید ملعون ہے (نتیجہ)

ولو قالوا ینبغی نحامی ذلک من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیس المؤمن باللعان لکان فیہ مندوحة للمتقین واللہ اعلم۔
ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، مؤمن لعنت کا ڈھیر نہیں لگاتا تو بے شک اس صورت میں اہل اتقوی کے لئے اس سے بچنے کی گنجائش ہوتی۔ واللہ اعلم
یعنی شریعت کے جملہ احکام کسی معین شخص پر نہیں وارد ہوئے اور متعین کر کے شخص پر ہی نافذ ہوتے ہیں اور تمہارے قاعدہ سے جائز ہے ہی نہیں تو اس طرح تو جملہ احکام شرعیہ بے کار ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ ہے امام غزالی پر علامہ مقبلی کا اعتراض۔

مولانا عظمیٰ کی ناشائستہ تحریر:

اس بحث کو یہیں ختم کرنے کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یزید کو غیر فاسق ثابت کر کے انہوں نے صحابہ کرام کو غلط بیان اور جھوٹا بتایا ہے نیز انہوں نے صحیح روایت کو من گھڑت اور جعلی بتایا ہے اور کس بے دردی سے اس کا ردوائی کے لئے اپنی ذہانت دیکھائی ہے غور فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی پر کس طرح اپنی عالمانہ شان کے ساتھ حماقت اور غیر ذمہ دارانہ روش اور شرعی احکام میں غفلت برتنے کا الزام لگایا ہے دھیان سے پڑھئے۔

”بہر حال محرم الاخصیہ تک یزید کے فسق و فجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی ہاں حادثہ کربلا کے بعد جب اس جگر پاش واقعہ کے طبعی اثر سے ابن زیاد وغیرہ عمال یزید کے خلاف دلوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر چند کے یزید نے اس واقعہ میں کوئی پارٹ ادا نہیں کیا تھا، مگر ہوا تھا سب کچھ اس کی حکومت میں، اس لئے وہ بھی لیٹ میں آگیا، اسی کے ساتھ یمامہ میں نجدہ بن عامر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ذر پر وہ حکومت کے خلاف لوگوں کو ابخارنا شروع کیا، اس وقت پہلی دفعہ تاریخوں میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ اس کے بعد ابن الزبیر کا ایک خطبہ تاریخوں میں منقول ہے اس میں یزید کے نام کی تصریح تو نہیں لیکن راوی کا بیان ہیکہ یزید پر تعریفیں تھیں۔

لیکن راوی کے اس بیان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے انکار ممکن نہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جو تعریفیں کی ہیں، ذاتی واقفیت کی بنا پر نہیں کی ہے بلکہ کسی کے بیان پر جو بالکل مجہول ہے یا افواہ پر اعتماد کر کے یہ تعریفیں کی ہیں، اب میں مہتمم صاحب سے شرعی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ کیا ایسی بنیاد پر کسی مسلم پر فاسق کا حکم لگانا جائز ہے۔

باقی رہا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا عذر تو وہ بالکل واضح ہے کہ اولاً تو انہوں نے کوئی تصریح نہیں کی ہے دوسرے حالات و واقعات سے وہ اتنے مغلوب و متاثر تھے کہ اس

شمید کر بلا اور کردار یزید

(تبرہ شید کر بلا و یزید ص ۴۷ و ۴۸)

تاثر نے ان کو غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔ (تبرہ شید کر بلا و یزید ص ۴۷ و ۴۸)
 ان چند سطروں میں مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ نے کتنی حقیقتوں کو مسخ کر کے رکھ
 ڈالا ہے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ساتھ کیسی چابکدستی
 دکھائی ہے، اگر تفصیل سے بتاؤں، تو بہت وقت ضائع ہوگا، ان سب باتوں کو نظر انداز کرنا
 ہوں؛ لیکن جو بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر پر تہمت اور الزام
 غفلت اور لاپرواہی اور شرعی احکام میں مجرمانہ روش اختیار کرنے کی بات ہے۔

اس لئے اس کو واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنا نہایت ضروری ہے، گزشتہ اوراق میں
 مستند حوالوں کے ساتھ روایتیں گزر چکی ہیں کہ یزید شراب پیتا تھا اور یہ بیان صرف تاریخی
 بیان نہیں ہے اور اس کے ثبوت کے لئے عین گواہوں اور چشم دید شہادتوں کو لکھ چکا ہوں، ان
 سب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر الزام دینا کہ وہ کسی
 مسلمان پر تہمت لگانے میں شرعی احکام کی رعایت نہ کر سکے یا انہوں نے صرف جذبات
 و خیالات سے متاثر ہو کر اپنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، یہ الزام، معمولی الزام نہیں ہے
 اور کسی بھی صحابی کی شان کے صرف خلاف نہیں؛ بلکہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ایک قسم کی
 کھلی بغاوت ہے۔

تاریخیں اگر سچائی کو سپورٹ کرتی ہیں تو کیا اس کی وجہ سے تاریخی بیانات کو جھٹلا دینا
 عقلمندی ہے یا سچائی ہی کا انکار کر دینا صحیح طریقہ ہے؟ میرے خیال میں ایسی حرکت کرنا نہ
 صرف بیجا یزید کی حمایت کرنا ہے؛ بلکہ عقل کے خلاف بھی بغاوت و سرکشی کرنا ہے۔
 بڑے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے
 اس موقع پر یہی کارروائی کر ڈالی ہے، حالانکہ ان کے معروف محقق علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ
 نے حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے تعلق سے صرف تاریخوں کے حوالے نہیں دیئے تھے؛ بلکہ
 یہ بھی لکھ دیا تھا کہ محدث و مورخ زبیر بن بکار نے لکھا ہے۔

کتابخانه تحفہ دارالحدیث

حضرت عبداللہ بن الزبیر کی باغی کسی دن یزید کے متعلق یہ شعر پڑھا تھا:
 لست منا ولیس خالک منا - یا مضع الصلوات للشہوات
 ترجمہ: نہ تو ہم میں سے ہے نہ تیری تانیہاں - اے خواہشات النفس کے پیچھے
 نمازوں کو ضائع کرنے والے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر نے اس باندی سے یہ شعر سنا تو کہا کہ اس طرح پڑھو:
 انت منا ولیس خالک منا - یا مضع الصلوات للشہوات
 ترجمہ: تو میرے قبیلہ اور خاندان سے تو ضرور ہے مگر تیری تانیہاں میرے
 خاندان میں نہیں ہے - اے خواہشات کے پیچھے نمازوں کو برباد کرنے
 والے۔ (یزید)

محقق ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ کسی مجہول راوی کی بات
 ہے یا صرف افواہ یا تاریخی بیان ہے، یاد رکھئے اس کا راوی حضرت عبدالرحمن بن سعید ہے،
 جو عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعید بن زید کے صاحبزادے ہیں۔

قال زبیر ابن بکار عن عبد الرحمن بن سعید بن زید بن عمرو
 بن نفیل انه قال فی یزید بن معاویہ

لست منا ولیس خالک منا - یا مضع الصلوات للشہوات

قال: وزعم بعض الناس ان هذا الشعر لموسی بن یسار،
 ويعرف بموسی الشہوات وروی عن عبد اللہ بن الزبیر انه
 سمع جاریة له تغنی بهذا البیت ف ضربها، وقال: قولي: انت منا
 ولیس خالک منا - یا مضع الصلوات للشہوات (البدایہ والنہایہ)

ج ۸ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت اور حمزہ نسب قریش و اخبار ہاج ۲ ص ۲۱۰

ایک محقق بے نظیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ عبد

اللہ بن الزبیر محض افواہ پر اعتماد کر کے کسی مسلمان کو شرابی ٹھہرانے والے بے احتیاط شخص تھے

اب دوسری طرف یہ بھی پڑھے کہ وہ نہایت غلط باخبر تحقیقی مزاج رکھنے والے صحابی تھے، یہ بات یزیدی حمایت کے علم بردار محقق مولانا سراج الحق پچھلی شہری فرما رہے ہیں:

”ابن زبیر وغیرہم ہم عصر تھے، ان کو حالات براہ راست معلوم ہوتے تھے، اکابر تو مدتوں بعد آئے اور ان کو طبری وغیرہ کذاب مورخوں ہی کے لکھے واقعات معلوم ہوئے تھے، جن کی بنیاد پر ان کی رائے وہی جو پھیلائی جا رہی ہے۔“

(سیرت حضرت علی زین العابدین ص ۱۵۸ و ۱۵۹)۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ اپنی تحقیق کے مطابق یہ بتاتے ہیں کہ یزید بن معاویہ میں کچھ باتیں اچھی بھی تھیں، شروع سے بالکل غلط اور بے دین نہ تھا، غزوہ قسطنطنیہ تک بے دینی میں جتنا نہ تھا؛ لیکن حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات جس وقت غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی یہ ان کے پاس تھا ان سے دو حدیثیں اس نے سنی تھیں، پس انہیں دو حدیثوں سے غلط نہیں اس کو پیدا ہوئی اللہ کی رحمت سے گناہوں کی معافی کا تصور کر کے یہ شخص جبری ہو گیا، یہی غلط نہیں اس کی گمراہی اور بے دینی کا سبب بن گئی، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے۔

وعنبدی أن هذا الحديث والذي قبله هو الذي حمل يزيد بن معاوية على طرف من الإرجاء، وركب بسببه أفعالا كثيرة أنكرت عليه، كما سلكه في ترجمته والله أعلم.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰)

میرا خیال ہے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے جو گزری، انہیں دو حدیثوں نے یزید بن معاویہ کو ”ارجاء“ اور جو وہ بد اعمالیاں کرتا تھا ان پر ابھارا، اس وجہ سے وہ بہت سارے غلط کام کرنے لگا جو اس پر تکبر کا سبب بنے جیسا کہ اس کے تذکرہ میں عنقریب آجائے گا۔

فسق یزید پر وفد مدینہ منورہ کی شہادت:

آپ اس جگہ رک کر تھوڑا غور فرمائیے، یزید کے پاس جو وفد گیا تھا، اس وفد میں دو

تین ہی آدمی نہ تھے؛ بلکہ اس وفد کو تمام مورخین ”رجال کثیر“ کہتے ہیں؛ حتیٰ کہ خود مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ بھی اس وفد کی نہ کوئی تعداد متعین کر پاتے ہیں نہ افراد، ہر کوئی ایک جم غفیر ہی کہتا ہے، علامہ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر علیہما الرحمہ لکھتے ہیں:

ورجال کثیر من اشراف اهل المدينة.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت)

اس وفد میں اشراف اہل مدینہ کے بہت افراد تھے۔

اور علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ورجال کثیر من اشراف المدينة. (جلداول ص ۱۲۳)

جو وفد مدینہ سے بھیجا گیا اس میں اہل مدینہ کے اشراف کے بہت افراد تھے۔

اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخوں میں دوسری مرتبہ یزید کے فسق و فجور کا ذکر اس وقت ملتا ہے، جب مدینہ

سے شام جانے والا وفد (جس میں عبداللہ بن مطیع وغیرہ شامل تھے) واپس آیا اور واپس آ کر

اس نے بھی یہی کہہ کر کہ یزید شرابی ہے بدمست رہتا ہے اور بدمستی میں نماز بھی ترک کر دیتا

ہے اس کی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو خلع بیعت پر آمادہ کیا، اس موقع پر بھی ابن اثیر کے

الفاظ ہیں:

فلما قدم اولئك نفر الوفد المدينة قاموا فيهم واظهروا شتم

یزید و عیبه (۳/۲۰۷)“ (تہذیب بر شہید کربلا و یزید ص ۴۸)

اب آپ ہی بتائیے اس وفد میں عبداللہ بن مطیع اور بقول ابن کثیر عبداللہ بن حنظلہ

الغیل صحابی اور بقول امام محدث بیہقی علیہ الرحمہ ابو عمرو بن حفص صحابی وغیرہ کا ایک جم غفیر

موجود ہے اور لوٹنے کے بعد بلا اختلاف سب یزید کے شراب پینے کو بتا رہے ہیں اور اس

کے نمازوں کے ترک کی بھی گواہی دے رہے ہیں اور اس بنیاد پر اس کی بیعت توڑ رہے

ہیں اور سب کی سب باتیں متواتر ہیں تو صرف شراب پینا ہی غیر متواتر کیسے ہوگا کہ آج یزید

کی ہمانیت کرنے والے اس کے تواتر کا انکار کر رہے ہیں اور تمام سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ دلیل سے شراب نوشی ثابت کیجئے۔

بتائیے تو اتر کے بعد اب کون سی دلیل چاہئے؟ آپ کوئی صاحب اس وفد میں سے ایک شخص کا بیان دکھا دیں کہ شراب نوشی سے انہوں نے انکار کیا ہے اور آپس میں ہی اس وفد کے بیان میں کوئی اختلاف تھا؛ لیکن اختلاف محمد بن حنفیہ یا عبداللہ بن عمر کا نہ دیکھا ہے، یہ لوگ تو اس وفد میں گئے ہی نہ تھے اور انہوں نے جو کچھ اختلاف کیا ہے وہ بیعت توڑنے سے اختلاف کیا ہے، جس کی وجہ دوسری ہے، شراب نوشی نہیں ہے۔

فقہائے امت نے انہیں صحابہ کرام کے مثل سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امام وقت درمیان ایام خلافت فاسق ہو جائے تو بیعت خود بخود ٹوٹ جائے گی یا اس کا معزول کر دینا اور بیعت توڑنا جائز ہوگا یا جائز نہ ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمر عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے، بیعت توڑنے والے صحابہ جواز کے قائل ہیں یہ ایک دوسری بحث ہے، علماء متکلمین نے عقائد کی کتابوں میں تفصیلاً اس پر بحث کی ہے، اور مختصر ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے، جس کا بتی چاہے دیکھ لے، اس جگہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔

مولانا اعظمی کا عالمی مخالفانہ

اس جگہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کا ایک عالمانہ مخالفانہ بھی سمجھ لیجئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”اسی طرح ہماری عقیدت اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ ایک شرابی بے نمازی وزانی کی بیعت توڑنے والوں کو حضرت ابن عمر جیسے فقیہ مجتہد عالم باعمل اور متقی پاک باز صحابی یہ حدیث سناتے جائیں گے کہ جو امام کی امامت سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی اور جو اس حال میں مرتے گا کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت کا قیادہ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (دیکھو مسلم ۱۲۸/۲) اس موقع پر ابن عمر کا اس حدیث کو سنانا صریح دلیل اس بات کی ہے کہ وہ یزید کو

کشمکش کا کیا نتیجہ نکلا

فاق وقا جرنیسی تھتے، اگر فاقی والا جرنیسی تو یہ حدیث سناتے، اگر یہ فاقی تھے
ایسے فاقی کی بیعت تو نہ دینا چاہتے تو ضرور یہ کہ یہ سننے والا یہ حدیث سناتا یا نہ سناتا
مناسب نہیں۔ (تیسرا یہ شہید کربلا، ج ۲ ص ۱۰۷)

مولانا مفتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حدیث سناتا ہی حضرت امام نووی
اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ فسق اور شراب نوشی کا نہیں تھا بلکہ بیعت توڑنے کا تھا اور سناتا کہ
فسق یا شراب نوشی کا مسئلہ نہ تھا تو اس حدیث کو سناتے کی ضرورت نہ تھی، یہ حدیث سناتا ہی
کہنا چاہئے تھا کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو کہ یزید شرابی اور فاقی، حدیث کا سننا اس جگہ تو
بالکل بے محل ہے کیونکہ بحث تو یزید کے فاقی اور شرابی ہونے کی ہے، اس لئے مذکور حدیث
کا فسق کے مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس لئے مذکور حدیث کا سننا بے موقع اور
بالکل بے محل ہوگا، ہاں اگر حدیث کا تعلق بیعت توڑنے سے ہوتا جائے تو حدیث کا سننا
بہر محل ہوگا اور بے جوڑ نہ ہوگا، مولانا نے اس جگہ "عالمائہ زیر کی" دیکھا کہ بات کو بے محل
حدیث مذکور سے جوڑ دیا، یہ ان کا ایک مخالف ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے
صرف بات کو سمجھانے کے لئے اس جگہ میں بھی ایک حدیث سناتا ہوں، حضرت
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت لے رہے تھے
حضرت عبداللہ بن اثربیر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث سنائی تھی:

عن سعید بن جبیر ان عبد اللہ بن الزبیر قال لمعاویہ فی الکلام
الذی جرى بينهما فی بیعة یزید، وانت یا معاویہ اخیرت بان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان فی الارض
تخلیفتان فاقبلوا احدهما، رواہ الطبرانی فی الکبیر والاصط
ورجالہ ثقات، (مجمع الرواۃ ج ۵ ص ۱۹۵)

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن اثربیر نے اس انگلو کے
دوران جوان کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی فرمایا جبکہ حضرت

معاویہ یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت کر رہے تھے: اے معاویہ! آپ نے ہی سنایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب زمین میں دو خلیفہ ہوں تو آخری والے کو قتل کر دو۔

اگر یزید حضرت معاویہ کی زندگی میں واجب القتل نہ ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے بے محل حدیث سنا دی تھی، مولانا اعظمیؒ سے عرض کروں گا جس طرح اس حدیث کو یزید کے واجب القتل ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اسی طرح ابن عمرؓ کی سنائی ہوئی حدیث کو یزید کے غیر قاصی ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس طرح کا عالمانہ مغالطہ مولانا اعظمیؒ کو زیب نہیں دیتا ہے، موقع محل کو بھی سمجھنا چاہئے، صرف ذہانت اور علم کا زور دکھانا علماء و رہبانین کی شان نہیں ہے۔

اگر ابن عمرؓ کے حدیث سنانے سے یزید کی عدالت ثابت ہو سکتی ہے، تو ابن الزبیرؓ کے حدیث سنانے اور وہ بھی حضرت معاویہؓ کے سامنے انہیں سے سنی ہوئی حدیث اور حضرت معاویہؓ کا کوئی جواب نہ دینا اور بالکل خاموش ہو جانے سے یزید کی نا اہلی اور صحابہ سے اس کی ولی عہدی کا ناجائز و ناپسند ہونا کیوں نہیں ثابت ہو سکتا ہے؟ اس طرح کی منطقی سے کسی حقیقت کو بدلا نہیں جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے اجتہاد میں یزید کی بیعت کا نہ توڑنا اس فتنہ بلکہ اس سے بدرجہا خطرناک فتنہ کی وجہ سے تھا جس کے اندیشہ کا اظہار حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملنے اور یزید کی بیعت کا حکم آنے کے وقت انہوں نے پہلے ہی کر دیا تھا، اب خود ان کے اپنے بتائے ہوئے سبب کے بجائے ایک نیا نکتہ پیدا کر کے اپنے اجتہاد سے یزید کی عدالت کو سبب بنانا، یزید خود مجتہد بننے کی کوشش کر رہا ہے، جبکہ یزید کے خلاف خروج و بغاوت کرنے والے بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جنہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تھا، تو پھر یہ سوال تو انہیں صحابہ کرام سے کرنا چاہئے تھا کہ آپ نے ابن عمرؓ کے خلاف کیوں کیا اور آپ نے ابن عمرؓ کے اجتہاد کو باطل کیوں قرار دیا، یہ بات مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ

کلی خاندان کا ایک بزرگ

علیہ الرحمہ نے حضرت مہتمم قاری محمد طیب سے کیوں دریافت کی؟ کیا ان کا نام بھی معلوم نہیں ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا پابند نہیں ہوتا، وہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے، اس لئے مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ابن عمر کی سنائی حدیث سے بالکل بے موقع اور غلط استدلال فرمایا ہے۔

اس لیے ان کی درج ذیل طور بھی بے معنی اور بے سرو پا ہو گئی۔
”مہتمم صاحب فرمائیں کہ کیا حضرت ابن عمر کا یہ ارشاد صراحہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے نزدیک یزید سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہیں ہوئی جو بیعت توڑنے کا بہانا بن سکے اور اس کی وجہ جواز پیدا کر سکے، اس لئے اس کی بیعت توڑنے کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں۔“

اب مہتمم صاحب بتائیں کہ اگر یزید اعلانِ اجتماعی فسق کا مرکب تھا اور سب صحابہ کے نزدیک جن میں ابن عمر بھی شامل ہیں، وہ متفق علیہ فاسق تھا اور اس کی بیعت توڑنے کو بھی ابن عمر سب سے بڑی غداری کہتے ہیں تو وہ فاسق کون ہے جس کے خلاف خروج کو آپ نے جائز بتایا ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ کے نزدیک بیعت توڑنے یا اس کے خلاف خروج کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ابن عمر کی مخالفت اور ان کے قول کا رد و بدل ہے یا نہیں۔

پھر مہتمم صاحب ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ابن عمر یہ نہیں کہتے کہ بیعت توڑنا موجب قتل ہے بلکہ اس کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ یزید کی بیعت توڑنا فی نفسہ ناجائز ہے اور اس کی کوئی وجہ جواز موجود نہیں ہے، یہ بات نہیں کہ فی نفسہ تو جائز ہے مگر سخت فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ناجائز یا مناسب ہے۔“

(تہذیب شہید کربلا و یزید ص ۱۷۷)

میں عرض کر چکا ہوں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب کی منطق سے لازم آتا ہے کہ عبد اللہ بن مطیع، ابو عمرو بن حفص، معقل بن یمان، محمد بن ابی الجہم رضی اللہ عنہم اور پورا وفد جو مدینہ سے یزید کے پاس گیا تھا اور انہوں نے یزید کے شراب نوشی کی

خبر دی (۱) تھی، وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور صحابہ دیدہ دانستہ کذب بیانی بھی کر رہے تھے اور کسی بھی عادل بادشاہ کے خلاف خروج و بغاوت بھی کیا کرتے تھے۔
 مولانا حبیب الرحمن صاحب یا تو ان تمام کو غلط کار اور کاذب مانتے ہیں یا سب کی صحابیت سے انکار کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی تیسرا راستہ نہیں، اس کے بعد جو انہوں نے صحابہ کرام کی فہرست میں کچھ نام دے کر جو سوال اٹھائے ہیں، اس تعلق سے عرض ہے کہ:

اولاً: مسئلہ پر غور کریں، اس کا جواب بھی وہی نکلے گا جو حضرت عبداللہ ابن عمر کا جواب نکلا۔
 ثانیاً: اس فہرست میں ایسے صحابہ کرام کا نام بھی انہوں نے شامل کر لیا ہے، جنہوں نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تھی، جیسے عمرو بن حزم، ابوسعید خدری وغیرہ یہ چند نام ہم نے وضع کر دیئے ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے صرف یزید کی بیعت نہیں کی تھی؛ بلکہ اس کے خلاف خروج بھی کیا تھا، جیسے حضرت مسور بن مخرمہ وغیرہ، علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۵ پر حضرت مسور بن مخرمہ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكره ابيہ يزيدي: حضرت مسور بن مخرمہ نے یزید کی بیعت کو مکروہ سمجھا تھا۔ (۱)

اس جگہ یہ سوچ کر ایک بار پھر آپ کو یاد دلا دوں کہ یزید کا شراب پینا مضبوط سندوں اور قابل استدلال روایتوں سے ثابت کر چکا ہوں، اب اگر تاریخی روایت اور بقول مولانا حبیب الرحمن اعلیٰ علیہ الرحمہ سہائی روایتیں بھی اس کی تائید کرتی ہوں تو وہ بھی تائیدی ہوگی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہی بنیادی روایتیں ہیں اور مسئلہ کا اثبات انہیں پر موقوف ہے، لیکن مولانا حبیب الرحمن اعلیٰ علیہ الرحمہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے سامنے اپنی کم علمی کا

(۱) علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۹ میں لکھتے ہیں: وقال الداودي: الذي

عليه العلماء في ابرام الجور انه ان قدر على عمله بغير الحنة ولا ظلم وجب والا

لما وجب الصبر، اختلفوا في جواز الخروج عليه، والصحيح المنع الا ان يكثر

لهجب الخروج عليه (عمدة القاری جلد ۲۳ ص ۲۵۹)۔

اعتراف کرنے کے بجائے، ان ہی پر الزام کر دیتے ہیں اور درج ذیل طور پر مولانا عظمیٰ کی دشمنی دیکھتے اور کہاوت یاد کیجئے: "الما چور کو تو ال کو لاسے" مولانا فرماتے ہیں: "مولانا طیب صاحب کی ایک بڑی واضح غلطی سنائی روایتوں کی توثیق کرنا ہے جو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے" (تہجد و شہید کربلا و یزید ص ۱۰۴) نیز مولانا عظمیٰ مکرر فرماتے ہیں:

"اس سلسلہ میں یہ بھی مولانا طیب صاحب کی سراسر غلط فہمی ہی ہے کہ وہ تفسیق یزیدی سنائی روایتوں کو تائیدی روایتیں سمجھ رہے ہیں، یہ سمجھتا تو اس وقت صحیح ہوتا جب ان روایتوں سے مدد لئے بغیر احادیث سے یزید کا فسق ثابت ہوتا مگر واقعہ یہ نہیں ہے۔"

(تہجد و شہید کربلا و یزید ص ۱۰۷) گزرا چکا ہے کہ صحیح روایتوں سے یزید کا فسق ثابت ہے اور تاریخی روایتیں صرف اور صرف تائیدی ہیں، ان پر سب کا دارومدار نہیں ہے۔ مجھے مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ پر حیرت اور تعجب ہے کہ انہوں نے صرف قاری محمد طیب صاحب پر تنقید نہیں کی؛ بلکہ اس ذیل میں بہت سے کامیاب علم اور مسلم و محقق علماء و محدثین پر بھی ہاتھ صاف کر کے ان کو بھی بے وجہ اپنے علمی غرور کی زد میں لا کر بڑی طرح مجروح کر ڈالا ہے، جیسے محدث بیہقی، ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی وغیرہم۔ بارہ خلفاء کی بات:

بخاری اور دیگر کتب احادیث میں بارہ خلفاء کے دور میں اسلام کے غلبہ اور عزت کی (۱) احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری التونی ۹۷۲ھ اپنی کتاب "جمل من انساب الاشراف" کے صفحہ ۳۳۸ پر لکھتے ہیں: وقال عوانة: كان مسور ابن مخرمة وفد الى يزيد قبل ولاية عثمان ابن محمد فلما قدم شهد عليه بالفسق وشرب الخمر فكذب الي يزيد بذلك فكذب الي عامله بامرء ان يضرب مسورا الحد فقال ابو حنيفة: ابشر بها صباء كالمسك ربحها: ابو خالد ويضرب الحد مسور. حمل من انساب الاشراف ص ۳۳۸

پیشین گوئی کی گئی ہے اس سے بے جا یزید کی حمایت کے لئے مولانا اعظمیؒ کربستہ ہوئے ہیں۔

ہیں حالانکہ گئی وجہ سے یہ استدلال خود ان کے شایان شان نہیں ہے۔

(۱) اس روایت میں ان خلفاء کے عادل اور ثقہ متقی پر بیزار ہونے پر دلالت کرنے

والا کوئی لفظ بھی نہیں ہے، اور ان خلفاء کے تعلق سے کوئی لفظ بھی پیشین گوئی میں موجود نہیں

ہے کہ خلفاء کیسے ہوں گے اور ان کے اپنے ذاتی اعمال اچھے ہوں گے یا برے، یہ بات صرف

اس قرینے سے سمجھی گئی ہے کہ جب دین اسلام ان کے زمانہ میں بہت شان و شوکت اور عزت

غلبہ سے ہوگا تو وہ خلفاء بھی اچھے ہوں گے تو صرف یہ ایک اجتہاد و فہم ہے جس کا حدیث کے

کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان خلفاء کے کردار کا نص میں کوئی ذکر موجود ہے اور آپ کو

ان خلفاء کے کردار و عمل سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنے یا کسی کے اجتہاد و قیاس سے۔

(۲) ان خلفاء کے نام حدیث میں کہیں مذکور نہیں ہیں، نہ اس بات کی کوئی تصریح کسی

حدیث میں ہے کہ یہ لگاتار، یکے بعد دیگرے، تسلسل سے ہوں گے اور بارہ کے بارہ ایک

کے پیچھے ایک ہوں گے، بیچ میں ان کے درمیان کوئی انقطاع نہ ہوگا یا ہوگا، سب کے زمانے

بھی مسلسل ہی ہوں گے یا مختلف زمانوں میں درمیانی انقطاع کے ساتھ بارہ کی تعداد پوری

ہوگی، حدیث کا تعلق صرف تعداد سے ہے، حدیث کا کوئی لفظ تسلسل یا انقطاع کو نہیں بتاتا

ہے، اس لئے بعضوں نے مختلف زمانوں سے بھی اس پیشین گوئی کو جوڑا ہے اور حضورؐ کے

بعد مختلف زمانوں پر بھی محمول کیا ہے۔

(۳) اب جو نام ابن حجر عسقلانی یا علامہ سیوطی وغیرہ نے بتائے ہیں، وہ یہ فرض

کر کے بتائے گئے ہیں، اور حدیث کی پیشین گوئی کو انہوں نے تسلسل اور وہ بھی حضورؐ کے

فوراً بعد والے زمانے پر محمول کیا ہے، اب تسلسل کی وجہ سے یزید کا دور حکومت بھی شامل ہوتا

تھا تو اس کا جواب خود ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسی حدیث کے ذیل میں دے دیا

ہے: لیکن افسوس ہے کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ علیہ الرحمہ کو نظر نہیں آیا یا انہوں نے قصداً

چھوڑ دیا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

کَلَّمَكَ اللَّهُ فِي رُوحِكَ

”ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین کی شوکت اور اسلام کی رونق کا جو ذکر کیا گیا ہے اور یہ بارہ خلفاء لگاتار تسلسل سے ہوں گے تو اس میں یزید کا دور حکومت بھی اس مدت میں شریک ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا دور حکومت ان بارہ خلفاء میں بہت تھوڑا بنا ہے اس لئے غالب اور اکثر کے تحت اس مختصر قلیل زمانہ کا اعتبار نہ کر کے لاکھ حکم الکل کی بنا پر تمام بارہ خلفاء کے زمانہ پر ایک ہی حکم لگا دیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے:

وكانت الامور في غالب ازمة هؤلاء الاثني عشر منتظمة وان

وجد في بعض مدتهم خلاف فهو بالنسبة الى الاستقامة نادر والله اعلم. (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۶ مطبوعہ مکتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں امور سلطنت منتظم تھے اگرچہ بعض کے زمانہ میں اختلافات بھی رونما ہوئے، لیکن ان کی مدت تھوڑی اور بہت قلیل زمانہ ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔^(۱)

اور اس موقع پر مولانا اعظمی کو خود اپنی بات یاد رکھنی چاہئے تھی، انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ: ”تیسری گزارش یہ ہے کہ شرح احادیث میں جو احتمالات محدثین ذکر کرتے ہیں، ان کو قطع و جزم کے صیغہ کے ساتھ بیان کرنا علمی دیانت کے سراسر خلاف ہے، اسی طرح ان کی بنیاد پر حدیث کی کوئی مراد جزم کے ساتھ بیان کرنا یا ان احتمالات کو حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث کا یہ مضمون ہے، ہمارے نزدیک من یقل علی عالم اللہ کی وعید شدید کا مستحق بننا ہے۔“ (تیسرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۲۳ و ۲۴)

۱۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وفي هذا الحديث ايضا حجة لما تقدم من ترك القيام على السلطان ولو جاز لان الله صلى عليه وسلم اعلم ابا هريرة باسماء هؤلاء واسماء آبائهم ولم يامرهم بالخروج عليهم مع اخباره ان هلاك الامة على ايديهم لكون الخروج اشد في الهلاك واقرب الى الاستئصال من طاعتهم فاخبار اخف المفسدين وایسر الامرين. (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳)

اب آگے والی سطریں مولا نا عظمیٰ علیہ الرحمہ کی تھوڑا قدری تفسیر کے ساتھ پڑھ لیجئے۔
 ”مثلاً اسی زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ احادیث میں یزید کی عدالت اور تعریف کے
 اشارات پائے جاتے ہیں، علمی احتیاط کے بالکل خلاف ہے۔ (تیسرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۲)
 (۳) چوتھی بات یہ ہے کہ بقول مولا نا عظمیٰ علیہ الرحمہ بارہ خلفاء والی حدیث جن بارہ
 خلفاء کے نام احتمالاً ابن حجر اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یزید کی جگہ پر
 بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا نام بتایا ہے۔

مولا نا موصوف خود فرماتے ہیں:
 ”اور ملا علی قاری نے بھی ولید ثانی کے بجائے عمر بن عبدالعزیز کو رکھ کر انہیں اشخاص کو
 اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا ہے جن میں یزید بھی شامل ہے۔“ (تیسرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۲)
 اس کا جواب تو پہلے دیا جا چکا ہے اس عبارت سے اتنا تو صاف ہو گیا بارہ خلفاء کی
 روایت کا مصداق منصوص نہیں ہے اور لگا تار یا مسلسل ہونا ہی کوئی متفق علیہ معاملہ نہیں ہے
 اس لئے حدیث سے یزید کی تعریف و منقبت کرنا محض قیاس و اجتہاد ہے، اس سے اس کی
 منقبت و عدالت کی دلیل بنانا عالمانہ زبردستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

مولا نا عظمیٰ کی حضرت حکیم الاسلام کو نصیحت:

مولا نا عظمیٰ علیہ الرحمہ کو چاہیے کہ قاری محمد طیب علیہ الرحمہ کو یہ نصیحت کرتے وقت خود
 اپنے بارے میں سوچیں:

”دوسری بات مہتمم صاحب سے یہ عرض کرنی ہے جس بات کی کسی حدیث میں تصریح
 نہ ہو اور شارحین حدیث اپنے اپنے علم کے مطابق قرائن کی بنا پر حدیث کا محمل متعین کرنے

(۱) محدث بتاتی فرماتے ہیں بعض روایتوں میں خلفاء کے بجائے بارہ امراء کا ذکر ہے اور فرماتے ہیں
 دین کے ہا عزت و شان شوکت ہونے کا مطلب صرف اس کے معاملہ کا پر شوکت اور بحال رہنا مراد ہے
 فرماتے ہیں: والمراد بالامامة الدين والله اعلم اقامة معالمة وان بعضهم يتعاطى بعد
 ذلك ما لا يحل (دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۲۵۶)

کتابخانه کتب خانہ کتب خانہ کتب خانہ

کی کوشش کریں تو شارحین کے بیان کردہ محال کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاتا، مثلاً آپ کی منقولہ بالا حدیث میں صرف اتنا بیان ہے کہ

”میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھ ہوگی۔“

حدیث میں صراحتاً یا اشارہ کوئی تعین ان چھوکروں کی نہیں ہے، اب اگر کسی قریشی یا کسی عالم نے یہ لکھ دیا کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے تو اس بنیاد پر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں یزید کے ہاتھوں سے امت کی بربادی کی پیشین گوئی کی گئی اور واضح لفظوں میں سنئے کہ چند غیر متعین قریشی لڑکوں کے ہاتھ امت کی بربادی کی خبر کو تو حق تسلیم کرنا اور اس پر آمنا و صدقہ کہنا ضروری ہے لیکن یہ تسلیم کرنا کہ ان لڑکوں میں یزید بھی داخل ہے، قطعاً ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی تصریح حدیث میں نہیں ہے، اس احتمال کے درجہ میں یہ کہنا اور ماننا ممکن ہے کہ ہو سکتا ہے یزید بھی ان میں داخل ہو، اب مہتمم صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ایسی احتمالی بات بھی داخل عقائد ہو سکتی ہے؟“

(تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۲۳)

مولانا عظمیٰ کی نصیحت کا ماحصل:

مولانا عظمیٰ کے اس طویل اقتباس کو میں نے اس لئے نقل کیا ہے کہ مولانا عظمیٰ کا غرور علم اس جگہ بالکل کھل گیا ہے اور وہ تکبر کو تو واضح کی چادر میں چھپانے میں بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور بڑے بڑے محدثین اور اصحاب علم کو ہی نہیں، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کو اپنی گمنمذ کی ٹھوکر پر رکھ کر بے توقیر بنا ڈالا ہے۔

پہلے تو آپ سے یہ عرض کر دوں کہ ”میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی“ کا حدیث ہونا مولانا عظمیٰ کو بھی تسلیم ہے، اس کا حق ہونا وہ مانتے ہیں؛ کیونکہ یہ بخاری کی حدیث اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ان چھوکروں کو وہ نہیں جانتے ہیں اور نہ قطعی یا یقینی تعین کسی کے علم میں ہونا ان کو تسلیم ہے اور نہ اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین علیہما الرحمہ نے جو ان چھوکروں میں پہلا نام

یزید کا بتایا ہے اس کو احتمال کا درجہ دیا ہے یقینی ماننے سے مولانا عظمیٰ کو بالکل انکار ہے اور اس کو کسی طرح وہ یقینی مانتے ہی نہیں؛ لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بات صرف ابن جریر حافظ عینی کی ہوتی تو بھی مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ کے احترام میں مانی جاسکتی تھی؛ کیونکہ ”محسن رجال وہم رجال“ کی حد میں ہی بات رہتی؛ لیکن مجھے نہایت ہی افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ بات تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے کیونکہ بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان موجود ہے کہ میں ان چھو کروں کو جانتا ہوں، مجھے ان کے اور ان کے باپ کے نام بھی معلوم ہیں، چاہوں تو میں بھی سکتا ہوں۔

بخاری کی یہ روایت پڑھئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مردان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سنایا:

يقول هلكة امتي على يدي غلطة من قریش فقال ابو هريرة لو

كنت ان القول بنی فلان وبنی فلان. (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹ ج ۲ ص ۱۰۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی ہلاکت چند قریشی

چھو کروں کے ہاتھوں ہوگی، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو فلاں

کی اولاد، فلاں کی اولاد نام بنام بھی بتا سکتا ہوں۔

اس روایت سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان چھو کروں کے نام یقینی طور پر معلوم تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتائے تھے، دوسرا ان ناموں کے جاننے کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں تھا، اب سنئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو نام معلوم تھے وہ یقینی اور حتمی تھے، صرف احتمالی نہیں؛ کیونکہ احتمالی ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ کو حضور کی بات پر یقین اور جزم نہ تھا؛ بلکہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی احتمال اور شک ہی تھا؛ حالانکہ کسی صحابی

کے بارے میں یہ بات سمجھنا بہت بڑی گزرائی کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے ہمارا مقصد ہے ان چھوکروں کے نام حضرت ابو ہریرہ کو بالیقین معلوم تھے، البتہ حضرت ابو ہریرہؓ سیراحت کے ساتھ کسی مصلحت کی وجہ سے ان چھوکروں کو کھول کر بتاتے نہ تھے، مگر کبھی اشارہ فرمادیتے تھے اور صحیح روایتوں میں حضرت ابو ہریرہؓ نے کناہ سے نام بتا دیے ہیں، محدث بیہقی علیہ الرحمہ نے وہ صحیح روایت نقل کر دی ہے، امام بیہقی علیہ الرحمہ اپنی کتاب دلائل النبوة ج ۶ ص ۴۰۷ پر ایک عنوان قائم کرتے ہیں:

ما جاء في اخبار النبي صلى الله عليه وسلم بالفتن التي ظهرت بعد
الستين من اغيلمة من قريش وكان كما اخبر. اور اس کے بعد محدث بیہقی نے
اس عنوان کے تحت دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں ایک حضرت ابوسعید خدریؓ جس کی
تین ذکر کی ہے پھر لکھتے ہیں:

وقد روى عن علي بن ابي هريرة ما يؤكده هذا التاريخ. (دلائل
النبوة ج ۶ ص ۴۰۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ بات مروی ہے جو اسی تاریخ
کی تائید کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت سند صحیح مروی ہے اور اس میں نام کی طرف کناہ تذکرہ
ہے اس لئے اس کو پیش کر رہا ہوں، محدث ابن حجر کی علیہ الرحمہ السواعن المخرقة ۲۲۱ پر تحریر
فرماتے ہیں:

وكان مع ابي هريرة رضي الله عنه علم من النبي صلى الله عليه

وسلم بما مر عنه صلى الله عليه وسلم في يزيد فانه كان

يدعو: اللهم اني اعوذ بك من رأس الستين، وامارة الصبيان

فاستجاب الله له، فتوفاه سنة تسع وخمسين وكانت وفاة

معاوية وولاية ابنه سنة ستين فعلم ابو هريرة بولاية يزيد في هذه

السنن فاستعاض منها لما عليه من قبح احواله بواسطة الصادق
المصطفى صلى الله عليه وسلم بذلك.

(۱) (الصواعق المرفوعة ص ۲۱ مطبوعہ اشرف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایت میں جو کچھ گزرا یزید کے بارے
میں، حضرت ابو ہریرہ کو اس کی معلومات تھیں، اور حضرت ابو ہریرہ دعا فرماتے
تھے۔ ائمہ کی پٹا چاہتا ہوں ۶۰ھ کی شروعات سے اور بچوں کی حکومت سے تو
ائمہ نے ان کی دعا قبول کی، اس لئے ان کو ۵۹ھ میں وفات دے دی، حضرت
معاویہ کی وفات اور ان کے بیٹے یزید کی حکومت ۶۰ھ میں ہے، پس حضرت
ابو ہریرہ یزید کی حکومت کے بارے میں جانتے تھے، اس لئے وہ اس سے اللہ
کی پٹا چاہتے تھے کیونکہ وہ اس کے برے حالات کو جانتے تھے صادق
و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔

عن عمیر بن ہاشم انا حدثه قال: کان ابو ہریرۃ غشی فی سوق
المدينة وهو یقول: اللہم لا تدرکنی سنة الستین، ویحکمما
تمسکوا بضغی معاویۃ، اللہم لا تدرکنی امارۃ الضبیان.

(دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۱۴۰)

عمیر بن ہاشم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ
نے مدینہ کے بازار میں رات کا کھانا تناول فرمایا اور کہا: اے اللہ! مجھ کو ۶۰ھ نہ
پائے، تم لوگوں کا ہنس ہو، حضرت امیر معاویہ کے پیشانی کے دو طرف

(۱) مع لاسعد الخیری بقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتلا هذه الآية
(فخلف من بعدهم خلف) فقال بكون خلف من بعد ستين سنة، اضاعوا الصلوة واتبعوا
الشهوات فسوف يلقون غيا۔ (دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۰۹) اور حافظ ابن کثیر نے حضرت ابی سعید
خدری کی حدیث مستحکمہ میں نقل کی ہے کہ ۳۳ھ پر بھی نقل فرمائی ہے۔

کے بال پکڑ لو، اے اللہ چھو کروں کی حکومت مجھ کو نہ پاوے۔
آگے امام بیہقی لکھتے ہیں:

وہما انما یقولان مثل هذا الشیء منعاه من النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

وہ دونوں کہیں گے اس قسم کی بات جو دونوں نے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

محدث بیہقی رحمہ اللہ صاف صاف کھول کر بتا رہے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بال پکڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کنا یہ جس نام کا اشارہ فرمایا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نام تھے وہ حضرت معاویہ کے صاحبزادہ تھے، اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اس نا سمجھ کو کون سمجھا سکتا ہے؟

اس روایت کی روشنی میں ابن حجر اور حافظ عینی نے لکھا ہے: اولہم یزید یہ دونوں محدث کو تو سمجھ میں آگیا لیکن اگر احتمال اور شک ہے تو ہمارے محدث کبیر محقق بے نظیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی کو شک ہے، اب معلوم یہ نہیں کہ صرف ابن حجر اور حافظ عینی پر شک ہے یا حضرت ابو ہریرہ پر بھی، اللہ خیر کرے۔

باقی حدیث سنن متین اور امارة الصبیان میں جتنی قیل قال مولانا اعظمی نے کی ہے وہ ”ملا آں باشد کہ چپ نہ شود“ کی قبیل سے ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے انکا کوئی مطلب بھی نہیں نکلتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، صرف ابن حجر کی کاٹ اور وہ بھی غلط طریقہ سے کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کا نام درمیان میں بے وجہ استعمال کر کے لکھ مارا ہے:

”دنیا میں ایک حافظ ابن حجر ہی حدیث کے شارح اور اس فن کے قمر عالم نہیں گزرے ہیں؛ بلکہ اور حضرات کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی ہے، بالخصوص ہمارے اور آپ کے علمی مورث اعلیٰ اور واقعی حکیم الاسلام شیخ الشارح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو علم

وفاق و اسرار کتاب و سنت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، آپ نے ذرا زحمت کر کے یہ کیوں نہیں معلوم کر لیا کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟“ (تہذیب شہید کر بلا و یزید ص ۲۳)

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف:

یہ مولانا حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمہ کی حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے خلاف دفع الوقی ہے ورنہ مولانا موصوف نے زیر بحث مسئلہ میں خود ذرا زحمت کیوں نہیں کی کہ شاہ صاحب نے یزید کے متعلق کیا لکھا ہے، شاہ ولی اللہ جیسا دیدہ وراور عبقری صاحب علم لکھتا ہے۔
وہو منافق اور فاسق فمنہا الحجاج و یزید بن معاویہ و مختار۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۵)

(اسی خیر القرون میں) منافق اور فاسق بھی تھے انہیں میں حجاج بن یوسف، مختار ثقفی اور یزید بن معاویہ بھی تھے۔

دوسری جگہ پھر صراحت سے فرماتے ہیں:

دعاة الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

گمراہی کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار ثقفی تھے۔

اور ہلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش کے تحت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو بنمردان کو داخل کیا ہے اس سے یزید کی نفی نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ اولہم یزید کے خلاف نہیں بلکہ وہ بنمردان بھی اس میں داخل ہیں، البتہ اس پیشین گوئی کا پہلا مصداق یزید اور باقی بنمردان بھی ہیں، لفظ غلمۃ جمع کا صیغہ ہے تو صرف ایک ہی پر یہ پیشین گوئی ختم نہیں ہوگی اس پیشین گوئی میں اوروں کی بھی گنجائش باقی ہے، البتہ اولہم یزید ہی رہے گا اس لئے شاہ ولی اللہ اور ابن حجر علیہما الرحمہ کی تشریح میں تضاد یا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا امارۃ الصبیان سے بچنے کی دعا کرنا اور اس کا مصداق حافظ ابن حجر عسقلانی نے سن سنا نہ ہجری کا تعین امارۃ الصبیان سے نہیں کیا ہے بلکہ یہ

تین تو خود حضرت ابو ہریرہ کے قول میں ہی موجود ہے، جن کو انہوں نے خود واضح کر دیا ہے؛ البتہ امارۃ الصبیان کو ابن حجر عسقلانی نے اسی طرح سن ساتھ ہماری ہے جوڑا، جسے دونوں باتوں کو حضرت ابو ہریرہ نے خود ہی ایک ساتھ جوڑ دیا تھا، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے پہلے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر بیان کر دیا، دلیل میں ابن شیبہ کی روایت پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

وفي رواية ابن ابي شيبة ان ابا هريرة كان يمشي في السوق ويقول اللهم لا تدركني سنة متين ولا امارۃ الصيان.

ایک روایت ابن ابی شیبہ سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بازاروں میں چلتے اور فرماتے اے اللہ مجھے نہ پائے ۶۰ سال کا زمانہ اور بچوں کی حکومت۔

اب جب لا تدركني کے ساتھ ہی ولا امارۃ الصيان واقع ہے تو دونوں دعاؤں کا ایک ساتھ کرنا بالکل واضح ہے، اس لئے ولا کے بعد فعل کا اعادہ بھی نہیں کیا گیا تاکہ دونوں جملوں اور دعاؤں کا ایک ہی وقت اور ایک ہی ساتھ میں ہونا واضح اور معلوم رہے، اس لئے سن ساتھ اور صبیانی حکومت کا ایک ساتھ ہونا بالکل صاف صاف سمجھ میں آتا ہے اور ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ اشارہ نکالنا درست ہے۔

وفي هذا إشارة الى ان اول الاغلبة كان في سنة متين وهو

كذلك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقى الى سنة

اربع وستين ثم ولئى ولده معاوية ومات بعد اشهر.

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۲) (۱)

اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوٹروں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا ۶۰ھ میں

(۱) اور علامہ ابن حجر کی بھی اس حدیث کا مصداق یزید کو بتا رہے ہیں فرماتے ہیں یزید بن

معاوية فانه من اقبحهم وافسقم بل لال جماعة من الائمة يكفرهم وهو المراد من

قوله صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح يكون خير امتي على يد اغلبة

من اسفهاء قريش، فيؤلاء كانوا ظلمة فسقة. (تکمیل الجہان ص ۵۳)

یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنایا گیا ان ہی دنوں میں اور ۶۲ھ تک بنارہا پھر اس کا بیٹا

معاویہ دلی بنا اور چند مہینوں بعد مر گیا۔

ابن ابی شیبہ کے ساتھ امام بیہقی کی دلائل النبوة سے جو روایت میں نے پہلے نقل کی ہے اس کو ملا لیجئے تو بات بالکل صاف واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ امارۃ الصبیان کا پہلا مصداق یزید ہی ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے حضرت معاویہ کے بالوں کو پکڑنے کی دعوت دیکر کنا یہ یزید کا نام بتا دیا تھا، اس لئے کہ ان کو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھی لیکن کھول کر بیان کرنا حضرت ابو ہریرہ کے لئے خطرناک اور خلاف مصلحت تھا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وكان لها هريرة كان يعرف اسمائهم وكان ذلك من الجواب الذي
لم يحدث به وتقدمت الاشارة اليه في كتاب العلم وتقدم هناك
قوله لو حدثت به لقطعتم هذا الحلقوم. (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱۲ و ۱۳۱۳)

گویا کہ حضرت ابو ہریرہ ان کے نام جانتے تھے یہی وہ جواب ہے جسے انہوں نے بیان نہیں کیا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کتاب العلم میں اور وہاں ان کا قول گذر چکا ہے کہ اگر میں بتا دوں تو تم حلق کاٹ دو گے۔

مستدرک حاکم کی روایت اور امام حاکم کا اور حدیث حذیفہ بن الیمان سے استدلال اس کے لئے پہلی گزارش تو یہ ہے اس حدیث میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے نہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے ان کے نام بتائے گئے نہ یہ ارشاد فرمایا کہ میں چاہوں تو نام بتا سکتا ہوں اور یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کے مدعی ہیں، مجھے چھو کروں کے نام معلوم ہیں اور میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں تو حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی جب تک دونوں حدیثوں میں اختلاف نہ ثابت کر دیں، ابن حجر علیہ الرحمہ کا بیان غلط تو کیا مشکوک تک ثابت نہیں ہو سکتا۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کا مصداق:

دوسری گزارش یہ ہے کہ جو مستدرک حاکم سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ والی روایت نقل فرمائی، اس میں نہ حاکم نے اور نہ ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بصراحت یہ فرمایا ہے کہ اس کے مصداق قاتلین عثمانؓ ہیں یا اس کو قاتلین عثمانؓ پر محمول کرتا ہوں، اپنے فہم سے مولانا اعظمی نے دعویٰ کر دیا ہے کہ حاکم نے اس کو قاتلین عثمانؓ پر فٹ کیا ہے۔ حالانکہ قتل عثمانؓ کے وقت حدیث سنا نا امام حاکم نے حضرت حذیفہ سے تو ضرور نقل کیا ہے قاتلین عثمانؓ پر فٹ کر نا تو امام حاکم سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہ صاحب السر مشہور تھے اور لوگ اس قسم کی حدیثیں ان سے پوچھتے بھی تھے، اب ایسے صحابی سے اگر کسی شخص نے اسی طرح کی بات نقل عثمانؓ کے وقت دریافت کر لیا اور انہوں نے ایک حدیث فتنہ کے متعلق سنادی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ خاص اسی وقت کے فتنہ سے اس کا تعلق ہے جبکہ وہ حدیث جو حضرت حذیفہ بن الیمان نے اس موقع پر سنائی تھی اس کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ حدیث کا تعلق آنے والے زمانہ سے ہے اور یہ فتنہ کبھی آئندہ پیش آئے گا یہ حقیقت حذیفہ بن الیمان کی حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ پر غور کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے مثلاً بحاکم والی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۴۰۴ پر بایں الفاظ موجود ہے:

قال قام حذيفة خطيبا في دار عامر بن حذيفة فيها التيمي والمضري فقال: لا تين علي مضر يوم لا يدعون لله عبداً بعده إلا قتلوه أو ليضربن ضرباً ولا يمنعون ذنب تلعة أو أسفل تلعة لقبيل: يا ابا عبد الله! تقول هذا بقومك أو بقوم انت يعني منهم قال: لا اقول يعني الا سمعت من رسول الله يقول.

راوی نے بتایا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ عامر بن حذیفہ کے گھر میں کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے اور کچھ نمی کچھ مضری لوگ موجود تھے، حضرت حذیفہ نے فرمایا مضر قبیلہ پر ایک دن آئے گا کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے والے کسی بندہ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے یا اس طرح مارے بغیر نہ چھوڑیں گے کہ کسی ٹیلہ کی دم یا اس ٹیلہ کے نچلے حصہ کو نہ چھوڑیں گے (یعنی سب کو ختم کر ڈالیں گے) کہا گیا: اے ابو عبد اللہ (حذیفہ) آپ اپنی ہی قوم کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں یا اس قوم کے بارے میں جس کے ایک فرد آپ بھی ہیں؟ فرمایا: میں نہیں کہہ رہا ہوں جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔

دیکھئے اور خوب غور سے دیکھئے قتل عثمان کا بھی اس روایت میں کوئی ذکر تک نہیں ہے البتہ حاکم کی روایت میں قتل عثمان کا تذکرہ ضرور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث حضرت حذیفہ نے اس وقت سنائی تھی، مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں۔

قال لما قتل عثمان رضي الله عنه دخلنا على حذيفة فاذا القوم عنده فقال: والله! لا تدع ظلمة مضر عبدا لله مؤمنا الا قتلوه وفتنوه حتى يضربهم الله والمؤمنون حتى لا يمنعوا ذنبا تلعبة فقال رجل: انقول هذا وانت رجل من مضر، قال لا اقول الا ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(مستدرک للحاکم ج ۵ ص ۶۶۵ مطبوعہ دار السننہ بیروت)

راوی کہتا ہے جب حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہم حضرت حذیفہ کے پاس آئے اور قوم بھی ان کے پاس تھی حضرت حذیفہ نے فرمایا: بخدا مضر کے ظالم لوگ اللہ کے بندہ مومن کو نہیں چھوڑیں گے الا یہ کہ اس کو قتل کر ڈالیں یا اس کو نیند میں مبتلا کر دیں حتیٰ کہ اللہ اور اس کے مومن بندے ان کو ختم کر دیں گے،

یہاں تک کہ معذرا لے کسی ٹیلہ کی دم تک نہ چھوڑیں گے، ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ یہ فرما رہے ہیں حالانکہ آپ معز قبیلہ کے ایک آدمی ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اس روایت میں صرف قتل عثمان کا ذکر ہے قاتلین عثمان کا کوئی ذکر سابق سابق میں نہیں ہے، صرف حضرت حذیفہ کے حدیث سنانے کا زمانہ قتل عثمان بتایا گیا ہے لیکن مولانا عظمیٰ نے کمال ذہانت سے قتل عثمان کو قاتلین سمجھ لیا اور محدث حاکم کے سر، بالکل غیر امداداری کے ساتھ یہ الزام دیا کہ حاکم نے حدیث کو قاتلین عثمان پر فٹ یا محمول کیا ہے؛ حالانکہ امام حاکم نے تو حدیث سنانے سے حضرت ابو ہریرہ والی حدیث کے صحت پر دلیل بتایا ہے، نہ کہ اس کا محمول بتایا ہے، حاکم کے الفاظ ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، شهد حديث حذيفة

بن اليمان بصحة هذا الحديث. (مستدرک للحاکم ج ۵ ص ۶۱۵)

یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور اس کی صحت کی گواہی حذیفہ بن الیمان کی حدیث دیتی ہے۔

صرف صحت کے لئے حذیفہ بن الیمان کی حدیث کو امام حاکم نے دلیل بتایا ہے، امام حاکم نے مصداق و محمل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، نہ قاتلین عثمان کو محمل قرار دیا ہے، زبردستی مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ نے حاکم پر یہ بات تھوپ ڈالی کہ انہوں نے حدیث کا محمل قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے، حاکم کی عبارت میں وہ کون سا جملہ جس کا مطلب قاتلین عثمان سے کیا گیا ہے، قتل عثمان اور قاتل عثمان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن مولانا عظمیٰ فرماتے ہیں:

”اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ امام عبد اللہ حاکم نے حدیث غلغلة من قریش کا مصداق شرکائے قتل عثمان کو قرار دیا ہے، ان کی تصریح کے بموجب

حضرت حذیفہ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتنہ کی حدیثوں اور ان کے معانی و مطالب کے سب سے بڑے واقف تھے، غلصۃ من قریش کا مصداق قاتلین عثمان بن عفان کو قرار دیا ہے۔ (تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۲۹)

میں بہت غور و خوض کرنے کے بعد حدیث کے مختلف الفاظ و طرق کے مطالعہ کے بعد یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس موقع پر مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے صرف امام حاکم پر ہی تہمت نہیں رکھی ہے؛ بلکہ صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ پر الزام لگا ڈالا ہے کہ انہوں نے حدیث غلصۃ من قریش کا مصداق قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے، اگر کوئی صاحب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ نقل کر دیں جس کا ترجمہ قاتلین عثمان کیا گیا ہے، تو مجھے اپنی بات سے رجوع کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا، قتل عثمان کے وقت حدیث سنانا اور بات ہے اور قاتلین عثمان کو مصداق ٹھہرانا دوسری بات ہے۔

اب اخیر میں یہ بھی بتا دوں کہ سنۃ متین والی روایت صحیح اور رائج ہے اور جس روایت میں سنۃ مبین آیا ہے وہ ضعیف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اب مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ جو درج ذیل سطور میں اشکال پیش فرما رہے ہیں وہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

مولانا اعظمی کا غیر مناسب اعتراض:

مولانا موصوف فرماتے ہیں:

”غلصۃ من قریش پر بحث و نظر کے خاتمہ پر ہم ہتھم صاحب کو ایک بار پھر مستطامارۃ الصبیان والی پیشین گوئی پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں اور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ تو اس پیشین گوئی کا ذکر حضرت ابو ہریرہ کی دعا کے ضمن میں ظاہر فرماتے ہیں اور اس دعا میں اس کے ساتھ سنۃ متین (۶۰) کا ذکر دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا ظہور حضرت ابو ہریرہ کے خیال میں ۶۰ھ سے ہونے والا تھا مگر جناب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس پیشین گوئی کا ذکر ایک صحیح

کتاب التہذیب

مرفوع حدیث میں ہے اور اس حدیث نبوی میں امارۃ العسبانی کا ذکر ہے کے ساتھ ہے، لہذا جناب کے استدلال کے بموجب اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ساتھ ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امارۃ العسبانی کی ابتداء سے پہلے یا بعد کے بعد ہوگی، پہلی حدیث نبوی اور دعائے ابو ہریرہ کے اشاروں میں تعارض ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے تعارض کے وقت حدیث نبوی کو ترجیح دی جائے گی۔ (تہذیب شہید کر بلا و یزدی ص ۲۰)

سنن مسعین کی روایت بحوالہ مسند ابو یعلیٰ مائتہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نقل کی ہے لیکن میرے پاس ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا جو نسخہ ہے وہ دار ابن کثیر دمشق کا مطبوعہ ہے اور الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۳ء ہے، اس پر تحقیق ریاض عبد الحمید مسعود اور محمد حسان عبید کی ہے، اور مراجعت شیخ عبد القادر ارناؤط اور الذکثور بشار عبد معروف کی ہے، اس روایت پر تعلق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶ پر لکھتے ہیں:

ورواه احمد فی مسنده ۳۲۶/۲ واسنادہ ضعیف.

(تعلق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶)

یہ روایت مسند احمد جلد ۲ ص ۳۲۶ پر بھی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ معلوم ہوا کہ محدث اعظمی نے جس روایت کو حدیث صحیح قرار دیا ہے، وہ اگرچہ مرفوع ہے لیکن ضعیف ہے۔

اب حدیث ضعیف کو صحیح پر صرف مرفوع ہونے کی وجہ سے ترجیح دینا یہ مولانا اعظمی کا ہی کمال ہے؛ جبکہ اس کی سند میں کامل بن العلاء لاقیتی ابو العلاء موجود ہے اور بلا تعین و بلا ولایت ابو صالح ان کے استاد بھی موجود ہیں، معلوم نہیں یہ ابو صالح میناء مولیٰ ضباعہ ہیں یا ابو صالح الیمان ہیں جبکہ کامل ابو العلاء دونوں ابو صالح سے روایت کرتے ہیں اس لئے ایسی ضعیف روایت کو قوی روایت پر ترجیح قرار دینے کے لئے محدث اعظمی جیسا دل گروہ چاہئے کسی عام عالم کے بس کی بات نہیں ہے۔

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والوں کو یزید جیسی جسارت و جرأت بھی ہو جاتی ہے، اس سنۃ ستین و امارۃ الصبیان کو علامہ ابن حجر کی شکی و غیرہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن چونکہ اس کے مقابلے سنۃ سبعین کی روایت قابل اعتبار نہیں تھی، اس لئے اس کا تذکرہ کرنا بھی کسی نے مناسب نہ سمجھا اور یہی کام حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ نے بھی کیا۔

اب مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا درج ذیل بیان کس قدر بے معنی اور فضول ہے، آپ غور فرمائیے، لکھتے ہیں:

”یہ (۱) حدیث نبوی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں تاریخ ابن کثیر ۸/۲۳۱ میں سند کے ساتھ مذکور ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

تعوذوا باللہ من سنۃ سبعین ومن امارۃ الصبیان

خدا کی پناہ مانگو ۷۰ء سے اور لڑکوں کی حکومت سے۔

مہتمم صاحب نے تاریخ ابن کثیر کے اسی مقام سے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث جو مذکورہ بالا حدیث سے پہلے ہے، بالکل اس سے ملی ہوئی نقل فرمائی ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ ان کی نظر اس حدیث پر نہ پڑی ہو، مگر حیرت ہے کہ آپ نے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اس سے زیادہ خیرت اس پر ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں انہوں نے ابو ہریرہؓ اور اقوال شارحین سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۔ اقلب یہ ہے کہ ابوصالح مینا مولیٰ صالحہ ہیں انہیں سے اعمار امتی مابین ستین الی سبعین کامل ابوالعلاء کے سنا تھا اور انہیں سے یہ سبعین اس دوسری روایت میں سہواً جڑ گیا۔

(۱) ۶۰ء کا تحقیر صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہی نہیں کرتی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مرفوع روایت سے بھی منقول ہے ابن حجر کی تلخیص البیان ص ۶۶ پر فرماتے ہیں: ولفی حلیث رواہ ثقات تعوذ باللہ من راس الستین ولفی رواۃ من سنۃ ستین ومن امارۃ الصبیان۔

بہر حال مہتمم صاحب کے استدلال کی رو سے مذکورہ بالا حدیث نبوی میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ امارۃ الصبیان کا ظہور ۷۷ھ یا ۷۸ھ کے بعد ہوگا اور تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پیشین گوئی کا ظہور وقوع اسی صورت سے ہوا، عبد الملک بن مروان نے ۷۷ھ سے پہلے ہی خلافت کا دعویٰ کیا تھا مگر علماء کے نزدیک وہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر کی حیات تک اس دعویٰ میں حق بجانب نہ تھا، ۷۸ھ سے وہ صحیح معنوں میں خلیفہ ہوا اور اس کے بعد اس کے چار بیٹے خلیفہ یا بادشاہ ہوئے جن میں کوئی ۲۳ برس کا تو کوئی ۲۹ برس کا تھا اور عبد الملک ہی نے حجاج جیسے خونریز کو کوفہ بصرہ کی حکومت دی اور عبد الملک اور اس کی اولاد نے معمر والیوں کی جگہ پر کم عمروں کو والی بنایا، اس کی تفصیل تاریخوں میں پڑھے اور اس کے ساتھ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی بخور پڑھے۔

و نیز در حدیث دیگر وارد شدہ تعویذ باللہ من داس السبعین و اس کلمہ اشارت بانقضائے زبان سلطنت کاملہ پس گویا کہ مجھوں میں برسہ از منہ (زمان نبوت و زمان خلافت راشدہ و زمانہ سلطنت کاملہ) را زمانہ برکت قرار دادہ اند کہ شر و فساد کہ قابل نحوذ باشد بعد انقضائے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گرد و منصب امامت ص ۸۰۔ (تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۱) یہ تو گزر رہی چکا کہ سنۃ متین ہی کی روایت صحیح ہے اور سنۃ سبعین کی روایت ضعیف ہے پھر بنو مروان اگر داخل ہوں تو اس سے یزید کا خارج ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے، بنو مروان بھی امارۃ الصبیان میں داخل ہیں تو اولہم یزید اپنی جگہ اٹل ہی ہوگا، سنۃ مولانا اسماعیل شہید یزید کو خارج نہیں مانتے، مولانا اسماعیل شہید یزید اور اس کے اعوان و انصار کو کیا کہتے ہیں، وہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

”جاننا چاہئے کہ عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے

باجازت یزید پلید کے حضرت امام حسین کو رنج پہونچایا۔“ (تقویۃ الایمان ص ۱۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کو بالکل بری کر کے اور پلید کو رحمۃ اللہ علیہ بنا کر مولانا اسماعیل

نے اکابر و بوند کے موقف سے بھی انحراف فرمایا ہے، اس لئے جس کا دل چاہے مولانا

اعظمی کی تحقیق سے اتفاق کرے، میری سمجھ سے تو وہ تحقیق بالکل غلط ہے، یہ اکابر سے انحراف بلا جواز ہے۔

دور کی کوڑی لانے کی ضرورت ہی نہیں کہ امام بخاری کی الادب المفرد سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے دونوں جملوں کو الگ الگ کر دیا جائے سہ ستین ایک جملہ الگ بتا دیا جائے اور امارۃ الصبیان ایک الگ دعا یہ جملہ قرار دیا جائے جبکہ صحیح روایت میں محدث بیہقی نے نقل کر کے بتا دیا ہے کہ سہ ستین پہلے کہنے کے بعد حضرت معاویہ کا بال پکڑنے کی درخواست کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امارۃ الصبیان کہا تھا، افسوس کہ وہاں ہمارے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ موجود نہیں تھے، ورنہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہتے کہ آپ کو دعا کرنے کا بھی ڈھنگ نہیں، دونوں جملوں کو ایک ساتھ ملا کر بولنے، یہ بیچ میں ایک غیر متعلق بات تمسکوا بصلغی معاویہ کیوں کھسک دیا اور حضرت ابو ہریرہؓ کو مشورہ بھی دیتے کہ بنو مروان کو پکڑ کر کہتے، حضرت معاویہ کو کیوں پکڑنے کا حکم فرما رہے ہیں؟ کیا آپ نے فرمان رسول بھی نہیں سمجھا کہ سننے والی پیشین گوئی کو قبل از وقت دس سال پہلے عی ۶۰ھ میں عی ۱۰ھ کرنا شروع فرما دیا؟ بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ہی فرما دیتے کہ ان چھوکروں کے نام آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کیوں بتائے اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو کیوں نہیں بتائے جبکہ وہ آپ کے صاحب السری ہیں؟۔

امام بخاری کی ادب مفرد یا کسی اور مرفوع حدیث میں امارۃ الصبیان کی جو پہچان حضرت ابو ہریرہؓ نے بتائی اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کی آسان پہچان ۶۰ھ وہ جانتے نہ تھے بلکہ ان چھوکروں کا نام بتانے میں خطرہ اور ڈر تھا اور پہچان بتانے میں نہ کوئی خطرہ نہ ڈر اور پہچان سے سمجھنے والا اس وقت کا تعین خود بخود کر سکتا تھا کہ اب وقت آچکا ہے جس کی پیشین گوئی کی گئی ہے، مولانا اعظمی کا اس طرح کا مغالطہ آمیز جملہ لکھ کر یزید کے لئے صفائی فراہم کرنے کا عالمانہ طریقہ ہے جس کا استعمال انہوں نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کر بلا و یزید میں کئی جگہ پر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”یہاں تک جو میں نے عرض کیا اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں جس وقت یزید کے لئے بیعت لی تھی، اس وقت ایک تنفس نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ وہ فاسق و فاجر یا نا اہل ہے۔“ (۱)

(تبرہ شہید کربلا و یزید ص ۳۵)

یزید کی خلافت پر صحابہ کرام کی ناراضگی:

اس عبارت میں مولانا اعظمی کا یہ ارشاد تو ٹھیک ہے کہ مضبوط اور شرعی دلیل سے حضرت معاویہ کی حیات میں کسی نے یزید کو نہ فاسق کہا نہ فاجر نہ شرابی؛ لیکن کسی نے اس کو نا اہل نہ قرار دیا ہو، یہ بات بالکل درست نہیں ہے، حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف بھی ہے، چونکہ جس وقت حضرت معاویہ نے ولیمہ کی بیعت لی، ایک سے زیادہ صحابہ کو اعتراض تھا، اور اس کے لئے خوشی سے آمادہ بھی نہ تھے، مجمع الزوائد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن الزبیر کا اعتراض کرنا گزری چکا ہے اور تمام تاریخی بیانات حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں بھی متفق ہیں کہ اس کام کے لئے بخوشی آمادہ نہیں تھے، عثرو ہشرو میں سے حضرت سعید (۱) بن زید نے بھی بیعت نہیں کی تھی، حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کھل کر حضرت معاویہ کی مخالفت کی تھی، جس کا تذکرہ مسند ابویعلیٰ میں موجود ہے، جو تاریخی بات بھی نہیں؛ بلکہ حدیثی سند سے ثابت ہے، اس جگہ سند کے ساتھ میں پورا واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔

حدثنا الحسن بن عمر بن شفيق بن اسماء الجرمي حدثنا جعفر بن هشام عن ابن سيرين قال لما أراد معاوية أن يستخلف يزيد بعث إلى عامل المدينة، أن وفد إلى من شاء، قال: فوفد إليه عمرو بن حزم الانصاري، فاستأذن فجاء حاجب معاوية

(۱) حضرت سعید بن زید کے بیعت نہ کرنے کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۹۳۷ واللمرانی والدارقطنی الصغير للبخاری۔

یستأذن، فقال: هذا عمرو قد جاء يستأذن، فقال: ما جاء هم
إلي، فقال: يا امير المؤمنين! جاء يطلب معروفك، فقال
معاوية: إن كنت صادقا فليكتب ما شاء، فأعطه ما سألک ولا
أراه، قال: فخرج إليه الحاجب، فقال ما حاجتك؟ اكتب ما
شئت، فقال: سجان الله! أجي إلى باب امير المؤمنين فأحجب
عنه؟ أحب أن ألقاه فأكلمه، فقال معاوية للحاجب: عده يوم
كذا وكذا، اذا صلى الغداة فليجيء، قال فلما صلى معاوية
الغداة أمر بسرير فجعل فی ايوان له ثم اخرج الناس عنه فلم
يكن عنده أحد، إلا كرسي وُضع لعمرو فجاء عمرو فاستأذن،
فأذن له فسلم عليه ثم جلس على الكرسي فقال له معاوية:
حاجتك؟ قال: فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: لعمري لقد
اصبح يزيد بن معاوية واسط الحسب في قریش غنيا عن المال
غنيا إلا عن كل خير، واني سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول: ان الله لم يسترع عبدا رعية الا هو سائله عنها يوم
القيامة، كيف صنع فيها، واني اذكرک الله يا معاوية فيامة
محمد ﷺ بمن تستخلف عليها قال فاخذ معاوية ربوة ونفس
فی غداة قرحتی عرق، وجعل يمسح العرق عن وجهه ثلاثا ثم
افاق فحمد الله وأثنى عليه ثم قال اما بعد فإنک امرؤ لا صح،
قلت برأيک، بالغ ما بلغ، واله لم يبق الا ابني وابنائهم، وابني
أحق من أبنائهم، حاجتك؟ قال مالي حاجة؟ قال ثم قال له
أخوه: إنما جئنا من المدينة نُضرب أكبادها من اجل كلمات؟

قال ما جنت الا للكلمات، قال فامر لهم بجوازهم قال وخرج
لعمر ومثله.

(مسند ابویعلیٰ ص ۱۲۹۹ حدیث نمبر ۱۶۹۷ حدیث عمرو بن حزم مجمع الزوائد ج ۷

ص ۲۳۸ و ۲۳۹ بحوالہ ابویعلیٰ نقل کر کے فرماتے ہیں جالہ رجاں الصبح)

جب ارادہ کیا معاویہ نے کہ خلیفہ بنائیں یزید کو تو مدینہ کے گورنر کو خط بھیجا کہ
میرے پاس جس کو جی چاہے بطور وفد بھیجو، راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس عمر
بن حزم انصاری گئے اور اجازت چاہی پس دربان آیا اجازت لینے کے لئے تو
حضرت معاویہ نے کہا: کس ضرورت سے آئے ہیں؟ دربان نے کہا: امیر
المؤمنین! طالب کرم بن کر آئے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ
جو چاہیں لکھ دیں اور تم ان کو جو مانگیں دے دو، اسے دیکھنا نہیں چاہتا ہوں،
راوی کہتا ہے: دربان ان کے پاس آیا اور کہا: آپ کی کیا حاجت ہے؟ آپ جو
چاہیں لکھ دیجئے: عمرو بن حزم نے کہا: سبحان اللہ! امیر المؤمنین کے دربار میں
آؤں اور ان سے روک دیا جاؤں، میں پسند کرتا ہوں کہ ان سے ملوں اور گفتگو
کروں تو حضرت معاویہ نے دربان سے کہا: ان سے وعدہ کر دو، فلاں فلاں
دن صبح کی نماز کے بعد وہ آجائیں، راوی کہتا ہے: حضرت معاویہ نے جب صبح
کی نماز پڑھ لی تو حکم دیا کہ اور ایک تخت لگایا جائے ان کے درمیان میں پھر
باقی لوگوں کو وہاں سے نکال دیا، ان کے پاس ایک کرسی عمرو بن حزم کے لئے
لگائی گئی تھی اور انہوں نے اجازت چاہی تو ان کو اجازت دی گئی، حضرت
معاویہ کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا: تمہاری
ضرورت کیا ہے؟ تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور اللہ کی تعریف کی پھر عمرو بن حزم
نے کہا: میری جان کی قسم! یزید بن معاویہ خاندان کے اعتبار سے قریش کے
افضل قبیلہ سے ہیں، مال سے بے نیاز ہے، خیر کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے،

میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے کسی بندے کو کسی کا رعیت نہیں بنایا مگر اس کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھے گا، میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں محمد ﷺ کی امت کے بارے میں، تم کس کو خلیفہ بنا رہے ہو؟ اے معاویہ! راوی کہتا ہے، حضرت معاویہ نے ٹھنڈی صبح میں لباسِ سانس لیا یہاں تک کہ پیسے پیسے ہو گئے اور اپنے چہرہ سے تین بار پسینہ پوچھا تب جا کر اتفاقاً ہوا تب اللہ کی تعریف کی، الحمد للہ کہا پھر اما بعد کہا اور فرمایا: آپ ایک نصیحت کرنے والے آدمی ہیں، آپ نے اپنی رائے پیش کر دی، جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اب میرے اور ان کے لڑکوں کے سوا کوئی بچا نہیں ہے اور میرا لڑکا ان کے لڑکوں سے زیادہ حقدار ہے، اب آپ اپنی حاجت بتائیے، عمرو بن حزم نے کہا: ہماری کوئی حاجت نہیں ہے، راوی کہتا ہے پھر ان کے بھائی نے کہا: کیا ہم مدینے سے سفر کر کے چند کلمات کے لئے آئے تھے؟ راوی کہتا ہے پھر ان کو انعامات کا حکم دیا، راوی کہتا ہے: پھر عمرو بن حزم کے لئے بھی اتنا ہی انعام کا حکم دیا۔

(۱) الحسن بن عمر بن شفیق بن اسماء الجرمی: صدوق ثقہ۔ (تہذیب المعجزات ج ۵ ص ۱۳۹)

(۲) جعفر بن سلیمان القمی: ثقہ۔ (تہذیب المعجزات ج ۱ ص ۳۸۰)

(۳) ہشام بن حسان: ثقہ۔ (تہذیب المعجزات ج ۶ ص ۲۵)

(۴) محمد بن سیرین امام وقتہ المتوفی ۱۱۰: ثقہ۔ (تہذیب المعجزات ج ۵ ص ۱۳۹)

یہ روایت نہایت کھری اور مضبوط و صحیح سند والی ہے، حضرت عمرو بن حزم نے حضرت معاویہ کی یزید کی ولیعهدی کے وقت غیر مبہم اور کھلے الفاظ میں مخالفت کی اور اس کی نااہلیت کو واضح کر دیا تھا، ”غیا الاعن کل خیر“ اور ”انی اذکرک اللہ یا معاویہ فی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمن تستخلف علیہا“ (یعنی اے معاویہ تم کو نبی کی امت کے معاملہ میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، تم امت پر کس کو خلیفہ بنانا چاہ رہے ہو؟) حضرت عمرو بن حزم سے حضرت معاویہ نے اقرار بھی کر لیا، آپ یقیناً ایک خیر خواہ اور ناصح ہیں،

مکتبہ اسلامیہ دارالحدیث

آپ کی بات کسی غلط جزیہ پر مبنی نہیں ہے؛ مگر حضرت معاویہؓ اپنی اپنی رائے پر قائم رہے اور ان کی رائے میں یزید بالکل اہل اور خلافت کا حقدار تھا، دونوں صحابی رسولؐ ہیں، اس لیے دونوں نے اپنی اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کیا، ہم جیسے لوگوں کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے؛ لیکن آئندہ پیش آنے والے حالات نے بتا دیا کہ کس کا اجتہاد صحیح تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے مطابق یزید کو خلیفہ بنادیا اور حضرت عمرو بن حزم نے خود بھی یزید کی ولی عہدی تسلیم نہ کی، نہ اس کی خلافت کی بیعت کی؛ بلکہ ان کے صاحبزادہ محمد بن عمرو بن حزم جو صحابی تھے، وہ بھی اپنے والد کے طریقہ پر قائم رہے اور جب یزید کی بدعمری اور بدکرداری کھل کر سامنے آئی تو یزید کی بیعت توڑنے والوں کے ساتھ رہے، وہ یزید کے خلاف لڑتے ہوئے واقعہ محرمہ میں شہید ہو گئے، اسی طرح ولی عہدی کی بیعت کے معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی اور بخاری میں خود ان کا بیان موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے صاحب زادے کے لئے جب ولیعہد پر ارشاد فرماتے ہیں مملوک خلافت کے زیادہ حقدار ہیں تو عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کا جواب دوں کہ جنہوں نے آپ سے اور آپ کے والد سے اسلام کے لئے جنگ لڑی ہے وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں؛ مگر فتنہ اور خون ریزی کے ڈر سے میں بول نہ سکا۔

(دیکھئے بخاری جلد ۲ ص ۵۹۹)

بلکہ بحکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مروان نے جب یزید کی ولیعہد کی بیعت کا اعلان مدینہ میں کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادہ جو خود بھی صحابی تھے، ان سے برداشت نہ ہو سکا اور بول اٹھے: یہ طریقہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت نہیں؛ بلکہ قیصر و کسری کا طریقہ ہے، ایک بادشاہ کے بعد دوسرے بیٹے کو بادشاہ بنادیا کرتے ہیں۔

بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۱۵ پر حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کا اعتراض کرنا موجود ہے اور حافظ ابن کثیر مصنف عبدالرزاق سے یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:

وقد قال عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن سعيد ابن

المسيب ... انه لما جاءت بيعة يزيد بن معاوية الى المدينة.
قال عبد الرحمن لمروان: جعلتموه الله - هرقليه
وكسروية، يعني جعلتم ملك التليك لمن بعده من ولد.

(البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰)

عبدالرزاق نے کہا: وہ معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے اور زہری
سعید ابن مسیب سے جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا معاملہ مدینہ میں آیا،
سعید بن مسیب بولے: عبدالرحمن بن ابی بکر نے مروان سے کہا: خدا کی قسم! تم
لوگوں نے حکومت کو ہرقل اور کسریٰ کی حکومت بنا دیا ہے کہ ملک کا بادشاہ اپنی
اولاد میں جس کو چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔

یہ روایت بھی نہایت مضبوط اور صحیح ہے، غرض اس وقت جب ولیعبدی کی بیعت حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے لئے لے رہے تھے، حضرت انسؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت
حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ حضرت سعید بن زیدؓ (جو عشاء بصرہ میں
سے تھے) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سارے صحابہ جو بقید حیات تھے سب
نے حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی تھی اور ان میں سے کوئی بھی یزید کی ولیعبدی کو بہ خوشی منظور
کرنے کو آمادہ نہ تھا؛ کیوں کہ یہ حضرات صحابہؓ نہ تو یزید کی شخصیت کو اکابر صحابہ کی موجودگی میں
خلافت کا اہل سمجھتے تھے، اور نہ ہی حضرت معاویہؓ کا یہ اقدام اسلام کے شوالی نظام کے
مناسب تھا، یہ اقدام جس زمانہ کی بات ہے، بہت سے تجربہ کار اور اکابر صحابہؓ کے ماحول
میں "إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة" کے قبیل سے تھا۔

یہ دوسری بات ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو اختیار کر لینا ایک خلاف اولیٰ
اقدام تھا اور صحابہؓ کی بڑی تعداد اس عمل کو غیر مناسب اور یزید کو نااہل سمجھ رہی تھی پھر بھی کسی
ناجائز اور حرام کار تکاب حضرت معاویہؓ کے اس اقدام سے لازم نہیں آتا تھا؛ لیکن اس
وقت کے ماحول میں یزید خلافت کا اہل اور قابل امید وار بھی نہ تھا کہ اس کی تعریف کی

جائے بکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کا رہن تھا حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ
 مانتا تھا کہ علیہ الرحمہ شہید بن بکارت سے فرماتے ہیں۔

قال الزبير بن بکر حدثني ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن
 الزهري عن ابيه عن جده قال بعث معاوية بن عبد الله بن
 ابني بکر بمائة الف درهم بعد ان ابي طيبة يزيد بن معاوية
 فرمها عبد الرحمن واني ان ياخذها وقلنا نبيع حتى ينسحب
 وخرج الى مكة فمات بها. (المؤيد بن ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن الزهري)

زبير ابن بکر کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حضرت
 الحرز نے اور محمد سے ابراہیم کے دو اہل بحر زمر نے وہ کہتے ہیں عبد الرحمن
 ابن ابی بکر نے جب یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو ان کو حضرت معاویہ نے
 ایک لاکھ درہم بھیجے، عبد الرحمن بن ابی بکر نے اس کو واپس کر دیا اور بیعت سے
 انکار کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچوں گا؟ عبد الرحمن ابن ابی بکر
 کہ چلے گئے اور وہیں انکا انتقال ہو گیا۔

اس سند میں کوئی جان نہیں ہے، اس لئے اس کی ایک تاریخی روایت سے زیادہ کوئی
 حقیقت نہیں؛ لیکن عبد الرحمن بن ابی بکر کا یزید کی ولید کی سے انکار اور اس کی مخالفت سے
 صحیح ثابت ہے۔

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ولید کی کے لئے زور
 لگانا اور باؤ بنانا ثابت شدہ حقیقت ہے، فرماتے ہیں:

فلما أن فعل معاوية بعد وفاة السيد الحسن من العهد بالحلافة
 إلى ولده يزيد، قالم الحسين وحق له، وامتنع هو وابن ابني
 بکر وابن الزبير من المبايعة حتى قهرهم معاوية وأخذ بينهم
 مكرهين، وغلوا وأعجزوا عن سلطان الوقت، فلما مات معاوية

تسلم الخلافة يزيد، وبايعه اكثر الناس ولم يبايع له ابن الزبير ولا الحسين، والفرا من ذلك، ورام كل واحد منهما الامر لنفسه وسارا في الليل من المدينة. (سیر اعلام العلماء ج ۳ ص ۳۷۳)۔

سید حسن کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ نے بھی ولید کی اپنے بیٹے یزید کو جو پدی تو اس سے حضرت حسین کو تلیف ہو گئی، اور انہیں اس کا حق تھا، اس لئے یزید کی ولید سے وہ اور عبدالرحمن بن ابی بکر باز رہے حضرت معاویہ نے ان پر جبر کیا، تب وہ سلطان وقت کے غلبہ کی وجہ سے مجبور و عاجز ہو گئے، حضرت معاویہ نے قہر اجراء بیعت کی لیکن جب حضرت معاویہ انتقال کر گئے اور خلافت یزید کے لئے مسلم ہو گئی، تو حضرت ابن الزبیر نے بیعت نہیں کی اور نہ حضرت حسین نے اور دونوں رات کے وقت مدینہ سے نکل گئے۔

زمانہ نبوت سے قرب اور اکابر صحابہ کی موجودگی میں یزید کی اہمیت: یزید کی خلافت کا مسئلہ اس لئے بھی سنگین بن گیا کہ زمانہ رسالت سے یہ وقت بالکل قریب تھا اور اکابر صحابہ کی ایک جماعت بقید حیات تھی، چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

ویزید ممن لا نسب ولا نجبہ والماعظم الخطب لكونه ولي بعد وفاة النبي ﷺ بتسع واربعين سنة والعهد قريب والصحابة موجودون كاهن عمر الذي كان اولي بامر منه ومن ابيه وجده. (سیر اعلام العلماء ج ۳ ص ۱۹)

یزید ان میں سے ہے کہ نہ اس کو ہم گالی گلوچ کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے محبت کرتے ہیں اور معاملہ سنگین اس لئے ہوا کہ یزید نے خلافت زمانہ رسالت سے صرف ۱۴۹ انہاس برس بعد سنبھالا زمانہ رسالت بھی قریب تھا اور صحابہ کرام بھی موجود تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر جیسے بھی تھے جو یزید اور اس کے والد اور دادا سے بھی اس کام کے لئے زیادہ بہتر تھے۔

کتابت کے لئے

یعنی موجود صحابہ کے مقابلہ میں یزید پر گزرتا تو اہل تھا اور نہ ہی مناسب! کیونکہ اس سے افضل اور اولیٰ افراد اس وقت خلافت کے لئے موجود تھے جن کے ہوتے ہوئے یزید قلعہ مناسب اور اہل نہ تھا، کیوں کہ اس کا کردار بھی بہت صاف ستھرا نہ تھا، مخلوک کردار کا آدمی تھا، اور میں نے معتبر صحیح اور بے داغ سندوں سے اس کا دائدار کردار پہلے ہی ثابت کر دیا ہے؛ لیکن وہ سب اس کے دوران اقتدار سنبھالنے کے بعد کی بات ہے، ولید کی کدبانہ منی مخلوک کردار تاریخی روایت سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اس مخلوک کردار کی وجہ سے اگر اس کو فاسق نہیں کہہ سکتے تو بالکل بے داغ کردار والا بھی نہیں تسلیم کر سکتے ہیں، تاریخی روایت کی وجہ سے اس کا کردار مخلوک ضرور ہو جاتا ہے، کیونکہ ہمارے پاس کچھ ایسی شہادتیں موجود ہیں جو مستند نہیں ہیں؛ مگر غیر معتبر راویوں کی وجہ سے مخلوک ہیں تو کردار بھی مخلوک ہی ثابت ہوگا۔

اس لئے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کافسق کے لئے وقت کا مطالبہ کرنا بالکل بے جا مطالبہ ہے اور درج ذیل سطور میں ان کی بے جاہیں:

”بہر حال محرم ۶۱ھ تک یزید کے فجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی۔“

(تہذیب و شہید کر بلا و یزید ص ۴۷)

اسی طرح یہ مطالبہ بھی بے جا ہے:

”مولانا ثانیان کو بتانا پڑے گا کہ پھر بیعت کے کتنے دنوں بعد وہ فاسق ہوا۔“

(تہذیب و شہید کر بلا و یزید ص ۷۴)

مولانا اعظمی کے نزدیک تو اتنی صدیوں کے گزر جانے کے بعد بھی یزید کافسق ثابت نہ ہو سکا تو وقت متعین کرنا بے نتیجہ ہی رہے گا، لیجئے غیر معتبر روایت سے وقت معلوم کر لیجئے عباسی صاحب اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷ پر الاغانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

ولما حج فی خلافة ابيه جلس بالمدينة علی شراب، فاستاذن

عليه عبد الله بن عباس والحسين بن علي فامر بشرابه فرفق
وليل له: يا ابن عباس ان وجد ربح شرايك عرفة فحبيب
واذن للحسين، فلما دخل وجد رائحة الشراب مع الطيب،
فقال لله در طيبك هذا، ما اطيبه، وما كنت احسب احدا
يقطعنا في صنعة الطيب؟ فما هذا يا ابن معاوية؟ فقال: يا ابا
عبد الله هذا طيب صنع لنا بالشام ثم دعا بقدرح فشربه ثم دعا
بقدرح آخر فقال اني ابا عبد الله يا غلام! فقال الحسين
عليك شرايك ايها المرء! لا عين عليك مني فشرب.

(ص ۱۲۳ کتاب انانی خلافت معاویہ و زید بن معاویہ)

یزید نے جب اپنے والد کے نہ خلافت میں آج کیا تو میرے آکر شراب نوشی کر
دیا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت حسین بن علی نے آنے کی
اجازت چاہی (یزید) نے شراب لانے کا حکم دیا پھر بنو ابی اس سے کہا
کیا کہ (حضرت ابن عباس و امیر تمہاری شراب کی نہ آتی تو بچوں جو تم کے
اس سے شراب و پوچھا یہ پھر حضرت حسین نے آنے کی اجازت چاہی و جب
و ان کے لئے تو انہیں خوشبو و شراب کی خوشبو آتی تو انہوں نے (حسین) نے
یزید سے کہ تمہاری یہ خوشبو میں اچھی ہے؟ انھوں نے یہ گمان بھی نہ تھا خوشبو کی
معدت میں وہی ہم سے بہت سے جوئے گمانے ان سے کہا یہ کیا خوشبو ہے
(یزید) نے کہا اب اس خوشبو سے تمہاری شراب میں بھی خوشبو ہے پھر
انہوں نے ایک چادر لٹکائی کہ اب اس چادر کے نیچے سے تمہاری
ایک خوشبو آتی ہے حضرت حسین نے کہا کہ اس خوشبو میں تمہاری
خوشبو ہے پھر ان خوشبو کی خوشبو آتی ہے کہ اس خوشبو میں تمہاری
خوشبو ہے پھر ان خوشبو کی خوشبو آتی ہے کہ اس خوشبو میں تمہاری

کونسل کے رکنوں کی طرف سے

بزرگ کے لائبریری پر حضرت معادریہ کی نصیحت:

یہ روایت بتاتی ہے کہ بزرگ کی شراب نوشی حضرت معادریہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی شروع ہو چکی تھی، وہ بھلے واقف نہ ہوں لیکن حضرت حسینؑ کے علم میں یہ بات آچکی تھی، بزرگ کے سلسلہ میں طبرانی کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ بزرگ کی شراب نوشی حضرت معادریہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہو چکی تھی، جبکہ وہ بالکل ذمہ دار اور فہم کی طرح آواز اور بے قید زندگی گزارتا تھا، حضرت معادریہؑ نے دیکھا تو نہ تھا لیکن کچھ ایسا محسوس کیا تو نصیحت ضرور کی اور سکھایا، بچایا بھی تھا۔ گویا اس وقت اس کا فسق و فساد نہ سب کو معلوم تھا یہ بھی اعلان یہ کام کرتا تھا، فاسق تو تھا لیکن فسق چاہر نہ تھا، فاسق چاہر تو حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور رازدارانہ طور پر نہ پہنچا جو کچھ دیکھتا تھا آپ کھل کر اعلان کرتے لگا تھا اس لئے کہ عینہ سے شام جانے والے وقت نے بلا اختلاف اس کی شراب نوشی کی خبر دی اور بیعت تو کر بخدا تو فروغ پر گل گئے۔

اس موت پر جو سب سے بڑی قتلگی مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے کہ بزرگ کی طرف سے متعلقہ چیزیں کہنے میں شہادت علم کے سوا کچھ بھی انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے، لکھتے ہیں:

بالا (۱) یہ بالکل صحیح ہے کہ اس نے قاتلین حسینؑ کو کوئی سزا نہیں دی، نہ ان کے حال و حال کو معذرت کیا جس سے یہ تادم حرکت اور شہید پر ہنس مہر نہ ہوا۔
 (۲) گستاخی و تحریک طعن پر ان کو اس پر ملامت کہنے بھی جایز نہیں، آپ تک یہ عامیہ الزامات ہیں، انہیں یہ بات بھی جہان میں کبھی چوتے تھے کہ بزرگ اس جنت تک کوئی ذمہ دار نہیں تھا، اسی طرح کوئی بھی اس میں شہادت نہ ہو چکی تھی۔
 (۳) پاکیزہ شخصیت جو نہیں تھی اس کے ساتھ ساتھ محبت جو بھی نہ تھی۔
 (۴) عینہ کے عینہ قتل کے لئے اس نے یہ قتل کیا کہ حضرت حسینؑ سے
 (۵) قتل کے بعد شریعت معصیہ کے قتل نہیں ہو چکا، ایک بے گناہ

ہے۔ (تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۵)

عرض یہ ہے کہ یزید آپ کے خیال میں زندگی کے آخری دن تک قاسم مجاہد اسی نہ تھا تو آپ نے یہ کیوں لکھا یزید اس وقت تک قاسم مجاہد نہ تھا اسی طرح وہ قاسم مجاہد کس وقت ہو گیا تھا یہ بھی آپ بتا دیتے تاکہ آپ کا عقیدہ یزید کے متعلق معلوم ہو جاتا؟

مولانا اعظمیؒ اور بے جا جرأت مندانہ تحریر:

مولانا اعظمیؒ نے یہاں پر تو غضب ہیکر دیا کہ جس سوال کا جواب حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ نہ دے سکے، آپ نے کتنی آسانی سے حل فرما دیا اور یزید جہاں آ کر بری طرح پھنس رہا تھا اور ابن کثیرؒ اور ابن تیمیہؒ جیسے لوگ جہاں آ کر خاموش ہو جاتے تھے، وہاں آپ نے یزید کو اس دلدل سے نکال دیا۔ دیکھئے یہ سوال ابن کثیرؒ اور ابن تیمیہؒ رحمہما اللہ نے بھی اٹھایا ہے، قتل حسینؑ میں اگر وہ بالکل بے قصور ہے، جو قصور وار تھا ان کو اس نے سزا کیوں نہیں دی؟ نہ عہدے سے ان لوگوں کو ہٹایا، نہ ہی عہدہ سے گرایا نہ کوئی قصاص یا بدلہ لیا؟ اس سے یزید کی قتل حسینؑ سے برامت مشکل ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

ولكن لم يعزله على ذالك ولا عاقبه ولا ارسل، يعيب عليه

ذالك والله اعلم. (البدایۃ النہایۃ ج ۸ ص ۲۸۲)

لیکن اس پر اس کو معزول نہیں کیا نہ اس کو سزا دی نہ اس پر اس کو عیب لگایا۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

لكنه هو لم يامر بقتله ولم يظهر الرضا به ولا انتصر من قتله.

(منہاج النہج ج ۳ ص ۷۹۷ تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۳)

(۱) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہؒ ج ۳ ص ۲۱۱ پر لکھتے ہیں: لکنہ مع ہذا لم يظهر منه انكار قتله

والانتصار به والاخذ بالنار الذي كان هو الواجب عليه ونار اهل الحق يلومونه على

تركه للواجب مضافاً إلى أمور أخرى.

لیکن اس نے اس کا حکم نہیں دیا نہ اس پر رضا ظاہر کی اور نہ اس کا بدلہ مانگے لیا۔

اس سوال کو ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر دونوں نے اٹھایا ہے لیکن البدایہ والنہایہ کی تمام جلدوں کو پڑھ جائیے اور منہاج السنہ کی چاروں جلدوں کا بھی مطالعہ کر جائیے اور اس کا شخص المثنیٰ بھی پوری مکمل پڑھ جائیے، اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملے گا؛ کیونکہ عجب سے ان اکابر علماء کے زمانہ تک نقل تاریخ سے بھی کوئی کمزور سے کمزور نقل نہیں مل سکتی تھی، جواب دیتے تو کہاں سے دیتے؟ اور یہاں یزید کی طرف سے صفائی پیش کرنے والے بڑے سے بڑے علماء سب کے سب خاموش نظر آتے ہیں، البتہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے اس شکل کو بھی بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

”پھر اسی طرح کے واقعات قتل کو عام واقعات پر قیاس کرنا حقائق سے چشم پوشی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ قتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل سے کہیں بڑھ کر تھا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اقرار تھا کہ وہ ظلماً شہید کئے گئے؛ مگر انہوں نے سر ہٹا کر رائے خلافت ہونے کے بعد نہ قاتلین عثمان کو سزا دی، نہ اس کو اپنی جماعت سے الگ کیا؛ بلکہ سب سے پہلے جس شخص نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی وہ بلوائیوں کا سرغنہ تھا اور وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا۔ (تیسرہ بر شہید کر بلا یزید ص ۲۵)

اس جگہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ایک غلط فہمی تو یہ پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ مظلوم کے شہید کرنے والے بلوائیوں کے سردار اشتر نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، حالانکہ یہ بات یہی تو مکی ہے مگر متفق علیہ نہیں؛ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے حضرت طلحہؓ ہیں، اشتر نہیں ہے۔

طلحہ بن عبد اللہ اول بیعت کرنے والے ہیں اپنے مثل ہاتھ سے۔
اور پہلے بھی لکھ چکے ہیں:

ان اول من باہدہ طلحة بیلہ الیمنی و کانت فلاء من احدہ۔
(البدایہ النہایہ ج ۷ ص ۳۹۹)

سب سے پہلے بیعت کرنے والے طلحہ ہیں اپنے ہاتھ سے جو جنگ احد
میں مثل ہو گیا تھا۔

لیکن سب سے بڑی بات جو مولانا صیب الرحمن اعظمی نے کہہ ڈالی ہے اور وہ قیاس
مع القارقی کے علاوہ حقائق سے بھی چشم پوشی ہے، دو قتل حسین و قتل عثمان پر قیاس کرنا ہے،
حالاں کہ قتل عثمان کا واقعہ حضرت علیؑ کے دور اقتدار یا زمانہ خلافت میں پیش ہی نہیں آیا تھا
اور حضرت حسینؑ کی شہادت کا واقعہ یزید کی خلافت اور دور اقتدار میں پیش آیا تھا، اس لئے
اس واقعہ کو شہادت عثمان کے واقعہ پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں ہے

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا اقتدار متحدہ طاقت کی صورت میں نمودار ہی کب
ہوا؟ حضرت معاویہؓ نے آخر دم تک نہ خلیفہ حق تسلیم کیا نہ طاقت کو متحد ہونے دیا، اس لئے
حضرت علیؑ نے کبھی قصاص لینے یا قاتلین عثمان سے بدلہ لینے سے انکار نہ کیا وہ تو ہمیشہ یہی
کہتے رہے کہ اے معاویہ! آپ ہم کو خلیفہ حق تسلیم کیجئے اور طاقت متحد بنائیے تو ہم قصاص
کی کارروائی، عمل میں لانے کے لائق ہوں گے، ایک طرف آپ ہم سے جنگ کر رہے ہیں
اسکی حالت میں ہم دوسروں کو جھیز کر مزید بغاوت اور انکسار کا شکار ہو جائیں گے اور یہاں
یزید کی طاقت متحد تھی، قتل حسینؑ کے بعد تو عراق مصر جازب متحد تھے، دو سال تک کہیں نہ
کوئی بغاوت اٹھی نہ متحدہ قوت میں کوئی انکسار پیدا ہوا، جو علاقہ حضرت معاویہؓ کے دور میں
متحد تھا وہ حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد تک متحد رہا اور سب کے سب یزید کی دور تک متحد
رہے، اس لئے طاقت بھی متحد تھی، پھر بغاوت اور انکسار پھیلنے کا یہاں نہ ہوا، ہم تو کیا جاسکا
ہے: لیکن اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں، دو سال بعد ۶۳ھ میں فکی مرتبہ الل

کلیتاً بکھینچ دینا

مدینہ نے بغاوت کی ہے، اب حمزہ قوت میں انتشار پیدا ہوا ہے اس حالت کو محض علی کی حالت پر قیاس کرنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔

اس لئے مولانا اعظمیؒ نے یزید کی صفائی میں وہ کمال کر دکھایا ہے جو ان کے لئے اہل حق سے بھی نہ ہوا۔ حالانکہ شیعوں کا رد جو ان بزرگوں نے کیا ہے وہ مولانا اعظمی کے حصہ میں نہیں آیا ہے، اس لئے بلا خوف و تردید کہتا ہوں کہ مولانا اعظمیؒ میں یزید کی حمایت اور اس کی براءت کا کچھ زیادہ ہی جذبہ پایا جاتا ہے، جو اہل سنت کے موقف سے کسی طرح میل نہیں کھاتا ہے اور جو جذبہ صحابہ کو مطعون کئے بغیر درست ہوتی نہیں سکتا۔

مدینہ منورہ کے صحابہؓ کو قتل کرنے، اور حرمت مدینہ کو پامال کرنے کی طاقت یزید کے پاس تھی؛ لیکن انتقام حسینؑ کی نہ طاقت تھی نہ قوت، بلکہ بغاوت و انتشار کے پہلے کا ڈر اور خوف اس کو کھائے جا رہا تھا، یہ بات کسی طرح تسلیم کرنے کے لائق نہیں ہے، یہ بات مولانا اعظمیؒ کی عقل تسلیم کر سکتی ہے اور بس۔

اور واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا موقف یزید کو قاتل ماننے بغیر درست نہیں ہو سکتا ہے (۱) اس لئے صحابہ کرام کے احترام و عقیدت کے تحت یزید کا معاملہ آتا ہے جس کا ہمراہ تعلق اہل سنت کے عقیدہ سے ہے، اس لئے علم کلام میں اس بحث کو لایا گیا ہے صرف متکلمین اسلام کی ذاتی تحقیق سے مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ مولانا اعظمیؒ باور کراہ چاہتے ہیں، بتائیں درج ذیل سطور میں صرف سخن سازی ہی ہو سکتی ہیں۔

”ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہر روایات جس کو جامعین عقائد یا شارحین کتب عقائد میں سے کوئی سلف کا حوالہ دیئے بغیر عقائد کی کتابوں میں اپنا رائے کے طور پر لکھ دے اس کو عقیدے کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔“

(تہذیب شیعہ، ج ۱، ص ۱۳)

اس پر صرف اتنا عرض ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے حوالے سے، اہل سنت والجماعت کے جو عقائد، امام طحاویؒ نے اپنی کتاب ”المعتبہ“

الطحاویہ کے نام سے لکھی ہے، اس کی عبارت ہے:

ولا نرى الخروج على ائمتنا وولاة أمورنا وان جارو.
نه هم اپنے ائمہ پر خروج کرتے ہیں نہ اپنے والیوں پر خروج کرتے ہیں اگرچہ
وہ ہم پر ظلم کریں۔

اور اس مسئلہ کے تحت قاسق حکمرانوں کی بحث تفصیل کے ساتھ جن جن عقائد کی کتابوں میں
لکھی گئی ہے، وہاں یزید اور اس کے خلاف اہل حرہ کا نام لیکر یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے، جس کو
مصنفین کتب کی ذاتی تحقیق کہنا بالکل غلط ہے، اصول عقائد میں یہ مسئلہ نہیں ہے، لیکن
فروع عقائد میں داخل ہے، مولانا حبیب الرحمن صاحب کا اس کو عقائد سے خارج کرنا کسی
طرح درست نہیں ہے ورنہ پھر صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا کوئی موقف
نہ ہوگا جس کا جی چاہے گا جس صحابی کو جھوٹا بنا دے گا جیسا کہ متعدد صحابہ کرام مثل عبد اللہ بن
مطیع اور محفل بن سنان ابو عمرو بن حفص محمد بن ابی جہم حضرت مسعود بن خرمہ رضی اللہ عنہم
وغیرہم کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے دانت یا نادانت جھوٹا اور غلط کار اور فتنہ باز
بنا ڈالا ہے اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کے لئے الفصل فی لا ہواء والہلل والنحل ج ۳ صفحہ ۱۷۵
اور علامہ حسن علی کی صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۲۱۰ دیکر کتب عقائد دیکھیں۔

خلاصہ کلام:

میں نے اختصار کی وجہ سے بہت سے مباحث کو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہے اور
کچھ مسائل اس لئے بھی چھوڑ دیئے کہ ان کی اچھی خاصی بحث پہلے بعض کتابوں میں کر دی

(۱) علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ قال فتزوجک حرہ پر بحث کے دوران لکھتے ہیں: وکان الفاضل
المسلمین بنہون عن الخروج والقتال فی الفتنة کما کان عبد اللہ ابن عمرو سعید
بن الحسیب وعلی ابن الحسین وغیرہم بنہون عن الخروج علی یزید..... ولہذا
استقر امر اہل السنۃ علی ترک القتال فی الفتنة..... وصاروا یدکرون هذا فی
عقائدہم ویمرون بالصبر علی جور الائمة وترک قتالہم وان کان قد قال فی الفتنة
خلق کثیر من اہل العلم والدين. (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۳۱)

میں ہے مثلاً حدیث قسطنطنیہ کی بحث مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے "حقیقت یزید" نامی اپنے کتابچہ اور مولانا سید لعل شاہ بخاری نے تفصیل سے گفتگو فرمادی ہے، اس کو پڑھنے کے بعد کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور اگر کچھ شبہات ہوتے بھی ہیں تو ان کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

البتہ فسق یزید پر میں نے گفتگو کو محدود رکھنے کی کوشش کی ہے اور اس میں لعن یزید کا مسئلہ میں نے الگ کر دیا ہے، وہ بھی میرے موضوع سے خارج ہے، فسق یزید اور لعن یزید دو الگ الگ مسئلے ہیں، میرا موقف لعن یزید میں عدم جواز ہے؛ لیکن اس سے فسق یزید کا عدم ثبوت نہیں ہوتا، البتہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی دونوں مسئلہ کو ایک سمجھتے ہیں، اس لئے انہوں نے لکھ مارا ہے:

"اور جواز لعن کو اس عبارت میں ابن حجر کی نے صراحۃً مختلف فیہ بتایا ہے، لہذا مہتمم صاحب کے اصول سے فسق یزید کا مختلف فیہ ہونا خود ابن حجر ہی کی عبارت سے ثابت ہو گیا۔ (تیسرہ بر شمس کر بلا و یزید ص ۸۱ و ۸۲)

غور فرمائیے اگر کہا جائے کہ لعنت حجاج بن یوسف اور مختار ثقفی یا کسی متعین فرد پر جائز نہیں تو اس سے ان لوگوں کا فسق بھی مختلف فیہ ہو جائے گا یا فسق اپنی جگہ متفق علیہ رہے گا، مولانا اعظمی کی فہم کو ہم جیسے کم علم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حضرت حسینؑ کے قتل کے جرم سے مولانا اعظمی نے قتل عثمانؓ پر قیاس کر کے یزید کو غیر مجرم اور بالکل بری کرنا چاہا ہے، اس کے لئے اپنی خود ساختہ عقل کا استعمال فرمایا اور خاتمین یزید کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

اب مدینہ اور اہل مدینہ کی بے حرمتی لوٹ مار اور غارتگری کو مبالغہ اور تاریخ کا مبالغہ بتائیں تو اخیر میں حدیثی سند سے ایک روایت پڑھ لیں تاکہ یزیدی لشکر نے مدینہ کا جو حال بنا دیا تھا، اس کا منظر کچھ سامنے آجائے، محدث داری اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں اور روایت مشہور درسی کتاب مشکوٰۃ کی کتاب الفتن باب الکرامات میں بھی موجود ہے، آسانی

سے دیکھ سکتے ہیں:

وعن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن في
مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقيم ولم يرح سعيد
بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة الا بمهمة
يسمعيها من قبر النبي صلى الله عليه وسلم. رواه الدارمي.

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۵)

سعيد ابن عبد العزيز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جب حرہ کے دن آئے، تین
دن مسجد نبوی میں نہ اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی اور سعيد بن مسيب نے
مسجد نبوی نہیں چھوڑی اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایسی دھیمی آواز
سے جو قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام سے سنتے تھے۔

یزیدی فوج کا قبر مدینہ منورہ پر:

تین دن تک یزیدی فوج نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا اس طرح مدینہ منورہ
میں بازار گرم رکھا کہ مسجد نبوی میں نہ جماعت ہو سکی نہ اذان و اقامت ہو پائی حتیٰ کہ قبر اطہر
سے ہلکی آواز حضرت سعيد بن المسيب نے سنی، محدث بیہقی کی دلائل النبوة میں ہی روایت
موجود ہے، جس میں تصریح ہے کہ یہ ہلکی آواز جو سنی گئی تھی وہ قبر اطہر سے اذان کی ہی آواز
آ رہی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ یزیدی فوج کی حرکتوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی
بے چین و پریشان تھے، مولانا محمد ادریس کاندھلوی علیہ الرحمہ علامہ طیبی کے حوالہ سے مشکوٰۃ
کی شرح التعلیق الصبح میں لکھتے ہیں:

قال الطيبي هو يوم مشهور في الاسلام ايام يزيد بن معاوية لما
نهب المدينة عسكر اهل الشام، نذبهم قتال اهل المدينة من
الصحابة والتابعين وامر عليهم مسلم بن عقبة المري في ذي
الحجة ۶۳ ثلاث وستين. (التعلیق الصبح ج ۷ ص ۲۱۹)

علامہ بھی فرماتے ہیں اسلام میں ایک مشہور واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں پیش آیا جب شام کی ایک فوج نے مدینہ کو لوٹا تھا اور مدینہ کے صحابہ و تابعین کے ساتھ جنگ کا ماحول بنایا گیا تھا، اس فوج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری کو بنایا گیا تھا اور ذی الحجہ ۳۶ھ کو قتال واقع ہوا۔

یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا مشہور و متواتر واقعہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکا، اس کا شمار وہ صحابہ و تابعین ہوئے جنہوں نے یزید کی بیعت توڑی اور اس کے خلاف خروج کیا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یزید فاسق ہو چکا ہے شراب پیتا ہے تو جب واقعہ مشہور و متواتر ہے تو صحابہ و تابعین کا بغاوت کرنا اور یزید کا شراب پینا یہ بھی مشہور و متواتر ہی ہوا، کیوں کہ اس کے بغیر صحابہ و تابعین کا بیعت توڑنا اور قتل و قتال کا واقعہ ہونا درست ثابت ہو ہی نہیں سکتا ہے، یہ فوج جو یزید نے بھیجی تھی اس کا کمانڈر مسلم بن عقبہ مری تھا اور اس کو یزید نے تین دن تک مدینہ کو لوٹنے اور قتل و غارت گری کا حکم دے رکھا تھا اور مسلم بن عقبہ یزید کی بیعت بھی ان الفاظ میں لیتا تھا، اس کی بھی سنئے۔

حدثني الزبير قال قال عمي مصعب بن عبد الله كان مسرف بن عقبة بعد ما اوقع باهل المدينة يوم الحرة في امرة يزيد بن معاوية ونهبها ثلاثا اتي بقوم من اهل المدينة فكان اول من قدم اليه محمد بن ابي جهم فقال له: بايع امير المؤمنين يزيد على انك عبد فقل ان شاء اعتقك وان شاء ارقك؟ قال: اعود بالله، ولكني ابايعه على اني ابن عم كريم خرف فقال اضربوا عنقه. (همزة نسب قریش و اخبار ہاج ۲ ص ۴۷)

زبیر بن بکاز نے بیان کیا کہ میرے چچا مصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کی حکومت میں واقعہ حروہ کے دن مدینہ والوں کے ساتھ جو کرنا تھا کیا اور تین دن مدینہ کو لوٹا رہا تو اس کے پاس مدینہ کے کچھ

بول گئے مجھے تو سب سے پہلے محمد بن حنفیہ کے لئے تو میں سے سرف
 میں عجب نے کہا تھا میرا خواہش یزید کی رحمت اس بات پر کرتے ہو کہ تم عظام
 لادہ و زخمیدہ سے ہو اور وہ چاہیں تو تم کو آواز اور مرویں لاد چاہیں تو عظام بنا کر
 رکھیں؟ تو محمد بن ابی الجهم نے کہا میں رحمت اس بات پر نمودوں گا کہ میں آواز اور
 شریف چچا کا بیٹا ہوں تو سرف میں عجب نے کہا اس کی گردن مار دو۔ (پھر
 قتل کر دیئے گئے)۔

یہ بھی سن لیجئے کہ یہ یزیدی کا خدا و مسلم بن عقیل مری اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کر رہا تھا
 اس کو اپنی زندگی کا بڑا کام تھا اور وہی عبادت کچھ کر رہا تھا، چنانچہ جب مرنے لگا تو اس
 نے قہول حافض ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ دعا مانگی تھی۔

اللہم انی لم اعمل عملاً قط. بعد شهادة ان لا اله الا الله وان
 محمداً رسول الله احب الی من قتل اهل المدينة واجزى
 عندي فی الآخرة وان دخلت النار بعد ذلك اتی لشقی ثم مات
 قبعه الله ودفن بالمشلل. (البدایہ النہایہ ج ۸ ص ۳۱۷ و ۳۱۸)
 اے اللہ میں نے کبھی کوئی عمل نہ کیا ہے بعد اہل مدینہ کے قتل سے زیادہ
 محبوب عمل نہیں کیا ہے، اب اگر اس کے بعد جہنم میں ڈالا جاؤں تو میں بہت شقی
 اور بد نصیب ہوں اس کے بعد انتقال کر گیا۔ خدا اس کا برا کرے۔ اور مقام
 مشلل میں دفن کیا گیا۔

یزید کے فاسق نہ ہونے پر مولانا اعظمیؒ کی دلیل:

یزید کی صفائی اور اس کی تعریف کے لئے مولانا اعظمیؒ فرماتے ہیں:

”اور اس سے بڑھ کر کہ مجتہد مطلق خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز
 یزید کے حق میں دعائے رحمت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابراہیم بن ابی عبد (ابن ابی علیہ) کا قول نقل کیا ہے کہ:

کتاب الترمذی

سعد بن عبد العزیز بن جرحہ علی بن یزید بن معاویہ
(اس نے عمر بن عبد العزیز بن یزید کے حق میں جرحہ رحمت کرتے خود کہا)

عرف یہ ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے کہا اس سے نقل کیا گیا، کسی تفسیر کا حوالہ دیا
نہیں کہ اس کی سند صحیح جا سکے کہ یہی ہے، لیکن حجر محمد ابن ابی نعیم نے اس کی سند کے حوالہ دیا
بعد کے ہیں، سند نقل نہیں نہ کتاب کا حوالہ دیا، پھر اس پر کسی سند کی بنیاد نہیں ترمذی کا بھی
ہے؟ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لیں تو اس عمل سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ عمر بن عبد العزیز بن جرحہ
کو مسلمان سمجھتے تھے، اس سے اس کا عادل ائمہ کی طرح بیت نہیں ہو سکتا، جو یہی ترمذی
جہاد تو پڑھی ہی گئی تھی، اس میں بھی دعائے رحمت کی گئی، آج کے گے ترمذی نے اس
کسی قاسق کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ کہہ دیا جاتا ہے یہی رحمت اللہ کریمہ موت کہہ دیا گیا
تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ جس کو رحمت اللہ علیہ کہا گیا وہ قاسق نہیں ہے؟ عمار ہے آج
کل کے عرف میں سارے مرد مسلمان کو رحمت اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے بلکہ صالح ہندک
متلی پر سبز گار کو کہا جاتا ہے، کسی قاسق یا گنہگار کو عرف میں رحمت اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے
ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی عرف ہو؟ اس لئے صرف اس
عمل سے یزید کے قاسق نہ ہونے پر استدلال کرنا دلیل نہیں ہو سکتا۔

اس لئے حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اس روایت کو کسی چیز کے لئے دلیل نہیں بتایا ہے
مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کی دوسری کارروائی ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

(۱) ممکن ہے حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پر قیاس کیا ہو، عن یسی ہریر قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اضربوه قال: فمنا الضارب بیده ومنا الضارب بعلہ والضارب بوجه قلنا
انصرف قال بعض القوم اخزاک اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا
ہکذا، لا تعینوا علیہ الشیطان ولكن قولوا رحمک اللہ. (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۹-۲۲۰)

”حیرت ہے کہ یزید کے باب میں ملو کرنے والے لوگ عمر بن عبدالعزیز کے اس اثر کو اچھالتے پھرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو صرف اس بنا پر میں کوڑے مارے کہ اس نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا تھا اور اسی اثر کے ساتھ ساتھ لسان المیزان میں یہ مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز یزید کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے تو اس کا کوئی نام بھی لینا گوارا نہیں کرتا؛ حالانکہ کوڑے مارنے کی روایت بہت محل نظر اور محتاج تحقیق ہے اس لئے کہ ابن کثیر نے ابراہیم بن میسرہ کا قول نقل کیا ہے۔

ما راایت عمر بن عبد العزيز ضرب انسانا قط الا انسانا شتم معاوية فانه ضرب اسواطلا. ۱۳۹/۸

یعنی میں نے عمر بن عبدالعزیز کو کبھی بھی کسی انسان کو مارے نہیں دیکھا۔ جز اس کے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ کے حق میں بدگوئی کی تھی تو عمر بن عبدالعزیز اس کو چند کوڑے مارے تھے۔

یہ روایت اس روایت کو بالکل مشکوک بنا دیتی ہے جس میں یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر کوڑے مارنے کا ذکر ہے، اس لئے کہ دوسری روایت میں ایک دفعہ کے سوا کوڑے مارنے کی قطعاً نفی کی گئی ہے۔ (تبرہ بر شہید کر بلا و یزید ص ۹۲)

حالانکہ شک و تردید کسی طرح درست نہیں ہے، نہ اس کی کوئی وجہ ہے؛ غور کرنے سے دونوں باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں، ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوڑے مارے، اس لئے ان کے نہ دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو کبھی مارا بھی نہ ہو، بہت ممکن ہے کہ کوڑے کسی کو مارے ہوں؛ لیکن ان کو معلوم نہ ہوں اور انہوں نے نہ دیکھا ہو؟ کیا ضروری ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے کسی کو کوڑے لگائے ہوں ابراہیم بن میسرہ وہاں موجود ہوں اور انہوں نے ہر مرتبہ دیکھا ہو؟ بہت مرتبہ ایک کام کوئی دیکھتا ہے اور دوسرا کرتے ہوئے اس کام کو نہیں دیکھتا، ہر ایک اپنے

کئی کئی روایات

میں کے مطابق روایت کرتا ہے، حدیثوں میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں، مثلاً یہی کوڑے مارنے اور کسی کے مارتے نہ دیکھنے میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف؛ بلکہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں، اس لئے نہ کسی کو شک کی گنجائش ہے اور نہ کوئی زبرد کی بات ہے۔

حافظ ابن حجر کی علیہ الرحمہ دونوں باتوں (حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی پر پٹائی اور یزید کو امیر المومنین کہنے پر پٹائی) کو جمع کرتے ہوئے حدیث تسلیم کرتے ہیں امراتے ہیں:

وعمر بن عبد العزیز ہان رجلا قال من معاویة بحضرة فضر به لالة
امواط مع ضربه لمن سمی ابنه یزید "امیر المومنین" عشرين سوطا
كما سبانی، فتامل لفرقان ما بينهما. (الصواعق المبرقة ص ۳۸)

اور عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہ کو ایک شخص نے برا بھلا کہا تو اس کو آپ نے تین کوڑے مارے اور جس نے حضرت معاویہ کے لڑکے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو آپ نے بیس کوڑے مارے دونوں باتیں درست ہیں اب غور کرو کہ حضرت معاویہ اور یزید دونوں میں کتنا فرق ہے۔

یعنی ابن حجر کی کے نزدیک دونوں باتوں میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ کوئی تضاد ہے بلکہ یہ دونوں روایتیں حضرت عمر بن عبد العزیز کے خیال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان فرق پر دلالت کرتی ہے۔

لیکن مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے نزدیک دونوں روایتوں کا صحیح ہونا درست نہیں دونوں ایک دوسرے کو مشکوک بناتی ہیں اور آپس میں تضاد و اختلاف پیدا کرتی ہے۔

واقعہ حرہ ناقابل انکار اور حدیث میں اس کی پیشین گوئی:

واقعہ حرہ بقول علامہ طیبی و ملا علی قاری و مولانا اور لیس کاندھلوی مشہور و معروف ہے اور فورے پڑھے تو اس کی پیشین گوئی احادیث مبارکہ میں کر دی گئی تھی، تمام صحابہ کو بھلے ہی اس کا علم نہ تھا لیکن کچھ لوگ اس سے واقف ضرور تھے، بخاری میں ہے:

سمعت اسامة رضى الله عنه قال: اشرب النبي صلى الله عليه وسلم علسي اطم من اطام المدينة فقال هل ترون ما ارى؟ الى لارى موالع الفتن لعل يرونكم كموالع الفطر.

(بخاری جلد اول ص ۱۵۲) کتاب فضائل المدينة باب اطام المدينة۔

میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کی طرف دیکھا اور کہا: جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے گھروں میں فتنہ کو بارش کے قطرہوں کی طرح کرتے دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث کی شریعت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قتل عثمان غنی کے ساتھ واقعہ حرہ کو بھی اس پیشین گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سيما يوم الحرة.

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۷)

یہ نبوت کی نشانیوں سے ہے کیوں کہ جو آنے والے زمانہ میں ہونے والا تھا اس کی خبر ہے اور ایسا ہی ظاہر بھی ہوا اس کا مصداق حضرت عثمان غنی کا قتل ہے اور اسی طرح اوتار ہوا اور اس کا خاص مصداق حرہ کا واقعہ ہے۔

اور علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ بعینہ یہی الفاظ لکھ رہے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان رضى الله تعالى عنه وهلم جرا ولا سيما يوم

الحرة. (عمدة القاری ج ۱۰ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یہ حدیث نبوت کی علامات میں سے ہے: کیونکہ اس میں آئندہ آنے والے واقعہ کی خبر ہے اس کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اسی

کتاب التفسیر فی القرآن

طرح کا سلسلہ جاری رہا، خاص اس کا مصداق واقعہ حرمہ ہے۔
اور آپ کی مرسل روایت میں آیا ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فی سفر من اسفاره للما
مر بحرة زهرة ولف فاسترجع لساء ذلك من معه، فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اما ان ذالك ليس من سفرکم
هنا، قالوا ما هو يا رسول اللہ قال يفتل بهذه الحرة خمار امی
بعد اصحابی۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۷، البدایہ النہایہ ج ۱ ص ۲۳۷)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسفار میں سے کسی سفر پر (مدینہ سے) نکلے
حرمہ زہرہ (حرمہ راقم) سے گزرے تو ٹھہر کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پر دعا آپ
کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو یہ کوئی غم کی بات لگی، اس پر حضور نے فرمایا:
تمہارے اس سفر پر انا اللہ وانا الیہ راجعون نہیں کہا جب لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
پھر کیا معاملہ ہے؟ تب آپ نے فرمایا: اس حرمہ میں میری امت کے صحابہ کے
بعد بہترین افراد قتل کئے جائیں گے۔

امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ دونوں اس حدیث کو مرسل قرار دیتے ہیں؛ لیکن
حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت جو آگے آرہی ہے، اس سے امام بیہقی تائید کر
رہے ہیں فرماتے ہیں:

هذا مرسل وقد روى عن ابن عباس في تاويل آية من كتاب الله
عز وجل ما يو كده۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۷)

یہ روایت مرسل ہے لیکن کتاب اللہ کی ایک آیت کی تفسیر میں حضرت ابن
عباس سے جو منقول ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے واقعہ حرمہ کی پیشین گوئی اس کو قرار دیا، چنانچہ ابن کثیر
نے اس روایت پر عنوان قائم کیا ہے۔

ذكر الاخبار عن وقعة الحرة التي كانت في زمن يزيد ايضاً.

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷)

واقعہ حرہ کے خبر دینے کا ذکر جو یزیدی کے زمانہ میں پیش آیا ہے۔

پھر اس واقعہ کو انہوں نے محدث یعقوب بن سفیان کے حوالہ سے نقل کر کے فرمایا

ہے: هذا مرسل

اس کے بعد حضرت ابن عباس کی روایت بھی بحوالہ یعقوب بن سفیان نقل کی ہے اور امام بیہقی نے اپنی ہی سند سے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے وہ روایت یہ ہے:

عن ابن عباس قال جاء تاويل هذه الآية على رأس ستين سنة (ولو

دخلت عليهم من اقطارها ثم مثلوا الفتنة لا توها. (الاحزاب ۱۲)

قال: لا عطوها يعني ادخال بني حارثة اهل الشام على اهل

المدينة. (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷، دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۷)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کی ساٹھ سال کے بعد تفسیر ہوئی کہ

(اگر ان پر مدینہ کے اطراف سے داخل ہوا جائے اور پھر فتنہ کا سوال کیا جائے تو وہ

اس پر آجائیں گے یعنی بنی حارثہ کے فتنہ پر اہل شام کو داخل کر دیں گے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهذا إسناد صحيح إلى ابن عباس وتفسير الصحابي في حكم

المرفوع عند كثير من علماء. (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷)

”ابن عباس تک اس کی سند صحیح ہے اور صحابی کی تفسیر بہت سے علماء کے نزدیک

مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے۔“

اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور اکثر علماء کے قول پر اگر اس

روایت کو مرفوع مانا جائے پھر تو سن ساٹھ ہجری کی تعیین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

ثابت ہوتی ہے، گو سن ساٹھ ہجری کا تعیین حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرات

کتابت حضرت علی بن ابی طالب

ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں سے (جو مرفوع کے درجہ میں ہیں) ہوتا ہے۔
اس لئے ۶۰ھ کے لئے صرف حضرت ابو ہریرہ کی ایک ہی حدیث نہیں! دو حدیثیں
حضرت سعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی موجود ہیں، اور حضرت ابن عباس
کی تو اس کے علاوہ بھی ایک حدیث موجود ہے۔
سر مبارک شام لے جایا گیا یا نہیں؟

اسی نام سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کربلا
یزید کے صفحہ ۷ پر ایک عنوان قائم فرمایا ہے، اور اس کے تحت رقم طراز ہیں:
”نیز علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ شہید کربلا کا سر مبارک شام لے جایا گیا یا
نہیں، چنانچہ اس کو مہتمم صاحب (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب) نے بھی تسلیم کیا
ہے؛ مگر اس کے بعد جو بات انہوں نے لکھی ہے وہ ان کے علم و فضل کے بالکل منافی ہے
یعنی یہ کہ ابن کثیر نے لے جانے کو ترجیح دی ہے حالانکہ یہ ابن کثیر پر سرخ افتراء ہے، ابن
کثیر نے اس کو اشہر (مشہور تر) ضرور کہا ہے دیکھو ۸/۲۰۳ اور اگر ۸/۱۹۲ کی عبارت میں
تحریف نہیں ہوئی تو اظہر بھی کہا ہے؛ لیکن ہر چند کہ زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ان کے نزدیک
عی ہے پھر بھی یہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سر مبارک شام نہیں لے جایا
گیا، چنانچہ وہ خود صراحت لکھتے ہیں:

والصحيح انه لم يبعث برأس الحية بن الى الشام. (۸/۲۱۵)

یعنی صحیح یہ ہے کہ حضرت حسین کا سر شام نہیں بھیجا گیا۔

اور اس بات کو حافظ ابن تیمیہ نے بھی لکھا ہے اور اس کے خلاف کو باطل قرار دیا ہے
جیسا کہ ابھی اوپر گزرا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا یزید ص ۷۷)

جس بات کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی اور حافظ ابن تیمیہ نے صحیح قرار دیا ہے، وہ خود
باطل اور غلط ہے، صحیح اور ثابت شدہ حقیقت یہ ہے کہ سر مبارک شام بھیجا گیا تھا، لیکن کثیر اور
ابن حجر عسقلانی دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

”علامہ ابن تیمیہ منہاج السنہ جلد ۳ ص ۹۷ میں لکھتے ہیں:

وراس الحسین حمل إلى قدام ابن زياد وهو الذي ضرب به
بالقضيب على ثناباه وهو الذي ثبت في الصحيح، وأما حمله إلى
يزيد بن معاوية لباطل وإسناده منقطع“ (تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۷۱)

یعنی حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اور اسی نے آپ کے
دانتوں کو ساتھ چھڑی سے گستاخی کی یہی بات صحیح بخاری سے ثابت ہے اور یزید
کے پاس سر مبارک لے جانے کی روایت باطل ہے اس کی اسناد منقطع ہے۔

یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس روایت کو ابن تیمیہ باطل اور جس کی اسناد کو وہ
منقطع قرار دے رہے ہیں، نہ اس کی سند ذکر فرما رہے ہیں اور نہ وہ روایت، نہ ہی وہ یہ بتا
رہے ہیں کہ اس کی اسناد میں کن دو راویوں کے درمیان انقطاع ہے ایسے گول مول اور غیر
واضح دعویٰ سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔

مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا چونکہ مطلب لکھا تھا، اس لئے وہ بھی خاموشی
سے چپی سادہ کر رہ گئے، وہ بھی نہ سند کا مطالبہ کر سکے اور نہ انقطاع کو بتا سکے کہ کن راویوں
میں انقطاع ہے، منہاج السنہ میں بھی اس مقام پر نہ کوئی روایت ہے نہ اس کی سند کا کوئی ذکر
ہے، البتہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے جہاں لکھا ہے:

والصحيح انه لم يبعث براس الحسين الى الشام كما سياتي.

(ج ۸ ص ۲۳۷)

اس کے پہلے ایک روایت نقل کی ہے جس میں سر مبارک کو شام بھیجنے کا تذکرہ ہے اور
وہ روایت آخر سند میں منقطع ہے، وہ روایت نقل کرنے سے پہلے ہم آپ سے گزارش کرتے
ہیں کہ اس کتاب میں مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا کمال آپ ذہن نشین کریں، مولانا
موصوف نے ابن کثیر سے والصحيح انه لم يبعث براس الحسين الى الشام تک
کی عبارت نقل کر دی ہے اور آگے جو کما مبیاتی کا جملہ تھا اس کو نقل نہیں فرمایا؛ بلکہ اس کو

چھوڑ دیا ہے جس کی مصلحت بہتر دینی جانتے ہوں گے، میرے خیال میں تو اس لئے چھوڑ دیا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ابھی اس مسئلہ پر مزید گفتگو آگے آرہی ہے، اسی صحیح پر گفتگو ختم نہیں ہوئی۔
مرہارک شام تک یہو نچانے کے لئے ایسی ایک منقطع الاسناد روایت نہیں ہے؛ بلکہ اور دوسری متصل الاسناد روایتیں اور دیگر بہت سے آثار بھی ہیں، چنانچہ وہ آگے ذکر کر دیئے گئے ہیں۔
میں نے ابن تیمیہ کا دعویٰ انقطاع غلط ہے اور ان کے انکار کر دینے سے کوئی حقیقت سدوم نہیں ہو جائے گی۔

چنانچہ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واما راس الحسين رضي الله عنه فالمشهور عند اهل التاريخ
واهل السير انه بعث به ابن زياد الى يزيد بن معاوية ومن الناس
من انكر ذلك وعندي الاول اشهر فالله اعلم.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۵)

بہر حال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر تو مشہور بات اہل تاریخ اور اہل سیر کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو عبید اللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ پہلی بات زیادہ مشہور ہے، پس اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔
عندی سے اپنی تحقیق ابن کثیر نے بتادی کہ میرا خیال یہ ہے اگر کسی نے انکار کیا ہے تو وہ انکار کرتا رہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں، یہ انکار کرنے والے ابن تیمیہ ہی ہیں اور ابن کثیر نے اپنے خیال کی بنیاد اور دلیل پہلے ہی بتادی ہے۔ فرماتے ہیں:

وقد اختلف العلماء بعدها في راس الحسين، هل سيره ابن زياد الى
الشام الى يزيد ام لا؟ على قولين: الاظهر منهما انه سيره اليه، وقد
ورد في ذلك آثار كثيرة فالله اعلم. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۷)

اس کے بعد حضرت حسین کے سر کے بارے میں علماء مختلف خیال ہیں کہ اس کو

عبید اللہ بن زیاد نے یزید کے پاس شام بھیجا یا نہیں دونوں قول ہیں، اس میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے سر کو شام بھیج دیا، اس سلسلے میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

اعلمہ اور اشہر ہونے کی وجہ اور دلیل ابن کثیر علیہ الرحمہ نے یہ بتائی کہ اس سلسلے میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں (جن کا انکار درست نہیں)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ صابن اول ص ۳۳۳ پر لکھتے ہیں:

وَأَنَّ بِرَأْسِهِ إِلَى عِيدِ اللَّهِ فَأَرْسَلَهُ وَمِنْ بَقِيٍّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدَ.

حضرت حسینؑ کے سر کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے حضرت حسینؑ کے سر مبارک اور اہل بیت کے باقی افراد کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

اور حافظ ابن حجر نے علامہ ابن تیمیہ کا نام لئے بغیر رد کرتے ہوئے پوری سند کے ساتھ متصل الاسناد روایت بھی نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ الْحَضْرَمِيُّ الْقَاضِي

أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَخْبَرَنِي أَبِي حَمْزَةَ بْنُ يَزِيدَ قَالَ رَأَيْتُ عَائِلَةً

مِنْ أَهْلِ الْقَوْمِ يُقَالُ لَهَا رُبَا حَاضِنَةُ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ يُقَالُ: بَلَّغَتْ

مَلَأَةً مَلَأَةً قَالَتْ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى يَزِيدَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

أَبْشِرْ، فَا مَكَنَكَ اللَّهُ مِنَ الْحُسَيْنِ، قُبِّلَ وَجْهِي بِرَأْسِهِ إِلَيْكَ

وَوَضَعَ فِي طَبْعَتِي فَأَمَرَ الْغُلَامَ فَكَشَفَهُ فَحِينَ رَأَاهُ خَمَّرَ وَجْهَهُ

كَأَنَّهُ يَشْمُ مِنْهُ رَائِحَةً. (تہذیب المعادین ج ۱ ص ۵۳۳ ترجمہ حسین بن علی)

کہا قاضی احمد بن محمد بن یحییٰ بن حمزہ حضرمی نے کہ مجھے خبر دی میرے والد نے

وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو خبر دی میرے والد حمزہ بن یزید نے وہ

کہتے ہیں: میں نے ایک غلام عورت کو دیکھا، جس کو "ربا" کہا جاتا تھا، وہ یزید

بن معاویہ کو گود کھلانے والی تھی، سو (۱۰۰) سال کی عمر کو پہونچی ہوئی تھی، وہ کہتی

ہے ایک آدمی یزید کے پاس آیا اور کہا: امیر المؤمنین! خوش ہو جائیے کہ اللہ نے آپ کو حضرت حسین پر قایم دیا، وہ قتل کئے گئے اور ان کا سر آپ کے پاس لایا گیا، وہ ایک طست میں رکھا گیا، یزید نے غلام کو حکم دیا سر کو کھولا گیا، جب یزید نے اس کو دیکھا تو اپنا چہرہ چمپا لیا گویا اس کو سر سے بدنہلی۔“

اس روایت کا تذکرہ بحوالہ ابن عساکر ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۶ پر مختصراً لکھ دیا ہے، یہ روایت متصل الاسناد بھی ہے اور دیگر آثار کے علاوہ جہول ابن تیمیہ منقطع روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں پھر اس کو تسلیم نہ کرنے کی مستحول وجہ نہیں ہے۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۹۰ پر مذکورہ بالا روایت کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

وذكر باقي الحكاية وهي قوية الامتداد.

مزہ بن یزید نے باقی قصہ ذکر کیا اور علامہ ذہبی نے کہا: یہ سند بھی مضبوط ہے اور حافظ ذہبی نے حرید لکھا ہے:

وكثير ابن همام: حدثنا جعفر ابن برقان ان يزيد بن ابي زياد قال لما اتى يزيد برأس الحسين جعل ينكت منه ويقول: ما كنت أظن ابا عبد الله بلغ هذا السن، واذا لحته ورأسه قد فصل من الخضاب. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۹۰)

کثیر ابن ہمام کہتے ہیں ہم سے جعفر ابن برقان نے بیان کیا کہ یزید ابن زیاد نے کہا: جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ آپ کے دندان مبارک کو کریدنے لگا اور کہہ رہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ حسین اس عمر کو پہنچ گئے ہیں حالانکہ حضرت حسین کی ڈاڑھی اور سر خضاب سے رنگا ہوا تھا۔

اس روایت کے تمام راوی مسلم شریف کے راویوں میں ہیں اور تاریخ دمشق جلد ۶۰

صلی ۳۶۹ و ۳۷۰ پر بھی ایک متصل الاسناد روایت لکھی ہے، جس کو علامہ سیوطی نے شرح الصدور ص ۲۱۲ پر نقل کر دیا ہے۔

وہ منقطع روایت جس کو ابن کثیر نے نقل کیا ہے درج ذیل ہے:

وقال الزبير بن بكار حدثني محمد بن الضحاك عن ابيه قال كتب يزيد الى ابن زياد انه قد بلغني ان حسينا قد سار الى الكوفة وقد ابتلى به زمانك من بين الازمان وبلدك من بين البلدان وابتليت انت به من بين العمال وعندنا ثقتك او تعود عبدا كما ترقى العبيد وتعيد لقتله ابن زياد، بعث براسه اليه،

قلت: والصحيح انه لم يبعث. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۷)

زبیر بن بکار نے کہا مجھ سے حدیث محمد بن ضحاک نے بیان کی وہ اپنے باپ ضحاک سے نقل کرتے ہیں ضحاک کہتے ہیں کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لکھا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف گئے ہیں اور ان کے ذریعہ جلا کیا گیا ہے تمہارا زمانہ زمانوں میں سے اور تمہارا شہر شہروں میں سے اور تم آرمائے گئے ان کے ذریعہ عالموں میں سے اور اس آزمائش کے وقت تم آزاد کئے جاتے ہو یا بندوں کی طرح لوٹا کر بندے بنائے جاتے ہو، پس ابن زیاد نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے سر کو یزید کے پاس بھیج دیا میں کہتا ہوں ان کے سر کو یزید کے پاس نہیں بھیجا۔

محمد بن الضحاک کے والد ضحاک بن عثمان امام مالک کے شاگرد ہیں ان کا انتقال

۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔ اس نے نہ تو عبید اللہ بن زیاد کا زمانہ پایا اور نہ ہی یزید کا، لہذا یہ روایت منقطع ہے، اس لئے سر مبارک کا شام بھیجنا اس منقطع روایت سے تو ثابت نہیں ہو سکتا؛ لیکن اس باب کی صحیح روایتیں اور مؤرخین کی تحقیقات پیچھے نقل کی جا چکی ہیں، اس لیے مولانا عظمیٰ کا اس مسئلہ میں، البدایہ والنہایہ کی ایک محل عبارت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور ان حضرت مہتمم صاحب پر بے تحقیقی کا التزام دینا، علم و تحقیق کو منہ چراتا ہے۔

اب ان اصحاب کے نام درج کئے جاتے ہیں جو یزید بن معاویہ کی مخالفت میں شہید ہوئے۔

(۱) حضرت مسور بن عکرمہ رضی اللہ عنہ۔ (اکمال ص ۷۷ کتبہ طیبہ یوم النہایہ شہداء ص ۳۵۵)
(۲) عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

(بخاری جلد ۱۵ باب قوله والذي قال لو اذنبه لقت انكما و طبرانی البیہا ج ۸ ص ۴۹۹)
(۳) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔ احد من العشرة المبشرة

(متدرک ج ۳ ص ۵۳۷ طبرانی جلد ۳ ص ۴۳۹) ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا یزید کی ولایت کی بیعت نہیں کی تھی۔

(۴) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ اول مولود وُلد فی الاسلام۔

(بخاری جلد اول ص ۵۵۵)
(۵) منذر بن زبیر حضرت عمر کی خلافت میں پیدائش ہوئی متولین حرہ میں ان کا شمار ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۳۷)

(۶) عبداللہ بن زید بن عاصم۔ بقول بعض بدری صحابی ہیں اگرچہ یہ کچھ نہیں ہے۔
(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی) ان کے دو بیٹے علاء اور علی بھی ان کے ساتھ حرہ میں شہید ہوئے اور صلح حدیبیہ میں عبداللہ بن زید بالاتفاق شریک ہوئے۔ (اکمال البدایہ والنہایہ مشقعات الذہب، النمرانی ص ۱۸۲)

(۷) حارث بن عبداللہ بن کعب انصاری۔

(شریک حدیبیہ قتل یوم الحرہ تجریداً ص ۱۱۱ اصابع ج ۱ ص ۲۸۲)
(۸) معاذ بن حارث الیوطیہ انصاری۔

(الاصابع القسم الاول حرف الیم ج ۳ ص ۴۲۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ وغیرہ)
(۹) واسع بن حبان رضی اللہ عنہ، صاحب بیعت رضوان یوم الحرہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابع ج ۳ حرفی الاول ص ۲۲۷)

- (۱۰) سعد بن حبان، صاحب بیعت رضوان۔ (الاصابیح ص ۱۲)
- (۱۱) معقل بن شان رضی اللہ عنہ۔ (تہذیب المعاد ص ۴۹۲)
- یزید بن معاویہ شرب الخمر و یطعن علیہ فحقہ ذلک علیہ۔ (المعارف لابن قتیبہ ص ۲۹۸)
- (۱۲) عبداللہ بن حظلہ الغسلی۔ (بخاری جلد اول ص ۴۵، بخاری جلد دوم ص ۵۹۹)
- (۱۳) قال ابن حزم: قتل معہ ثمانیۃ من بنیہ۔ (جمہرۃ الأناصیب ص ۳۳۲، وقایع مملوکات ص ۳۳)
- (۱۴) محمد بن ثابت بن قیس بن ثمال ان کے ساتھ ان کے ۳ لڑکے شہید ہوئے، یہ عبداللہ بن حظلہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰، تہذیب المعاد ص ۵۶)
- (۱۵) محمد بن عمرو بن حزم: ان کے ساتھ ان کے گھر کے ۱۳ افراد یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (اصابیح جلد ۳ ص ۴۷۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰) یہ صحابی ہیں۔ (اصابیح ج ۳ ص ۴۷۶)
- (۱۶) سلیمان، یحییٰ، عبداللہ یہ تینوں حضرات یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۶، اصابیح ج ۳ ص ۴۷۶، القسم الثانی حرف الیم)
- (۱۷) عبداللہ بن زید بن ثابت بن ضحاک۔ قتل یوم الحرۃ ولیس لہ عقب۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۶۵) ان کے ساتھ ان کے صلیبی لڑکے شہید ہوئے۔
- (۱۸) محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ انہوں نے یزید کے شرب خمر کی گواہی دی۔ (تاریخ الاسلام جلد ۲ ص ۳۵۹)
- (۱۹) زید بن ثابت کاتب وحی کے سات صلیبی لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۰)
- (۲۰) عبداللہ ابن مطیع ان کے سات لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (اصابیح، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

(۲۱) یزید بن عبداللہ بن زمرہ۔ قال ابن عبد البر: مقتول بالحرۃ ابنہ یزید، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ حرہ میں شہید ہونے والے ان کے بیٹے یزید ہیں۔

(تہذیب الجند ج ۳ ص ۲۱۱، تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۲ ص ۲۷۳، مسابیح ص ۲ ص ۲۱۱) ابو جزم ابن حبان بانیہ قتل یوم الحرۃ۔

(۲۲) ابوبکر بن عبداللہ بن عمر بن خطاب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۳) ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۴) ابراہیم بن نعیم النخام۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۵) محمد ابی بن کعب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۶) عبدالرحمن ابن ابی قتادہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۷) یعقوب بن طلحہ بن عبید اللہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۸) وہب بن عبداللہ بن زمرہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۹) ابوحکیم معاذ بن الحارث القاری الانصاری۔ ان کو حضرت عمرؓ نے تراویح پڑھانے کو کہا تھا۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۳۰) عمران بن ابی انیس۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ۶۳ رسال کے تھے۔

(۳۱) فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

(۳۲) یزید بن عبدالرحمن بن عوف الزہری۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۳۳) عبدالرحمن بن سعید بن زید۔ مخالفین یزید کے ساتھ یوم حرہ لڑ رہے تھے۔

(بحوالہ استکلاف یزید ص ۴۰۶ و ۴۰۷، تحقیق انصرہ ص ۱۵۱)

(۳۴) محمد بن عبداللہ بن سعید بن زید۔ سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں ہیں، ان کے پوتے

تھے۔ (استکلاف یزید ص ۴۰۷، المعارف لابن قتیبہ ص ۲۳۶)

عسید کر بلا اور کردار یزید
تھیل تاریخ خلیفہ بن خیاط میں صفحہ ۲۳۶ تا ۲۵۰ دیکھی جاسکتی ہے۔

عظمیٰ کی غفلت:

اب مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی غفلت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:
”حضرت مہتمم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر یزید اگر باتفاق صحابہ فاسق
ہوتا تو نعمان بن بشیر جیسے جلیل القدر صحابی اس فاسق و فاجر کے ساتھ ہرگز لگے
نہ رہتے، ہماری عقیدت اس بات کو کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ حضرت نعمان
بن بشیر جیسے صحابی ایک شرابی زانی بے نمازی امیر کی مجلسوں میں برابر شریک
ہوں گے اور اس کی طرف سے سفارت کی خدمت انجام دیں گے اور اس کی
طرف سے حمص کے امیر بن کر اس کی حکومت کو قوت پہنچائیں گے۔“

(تجروہ عسید کر بلا و یزید ص ۷۴-۷۵)

جواباً عرض ہے کہ نعمان ابن بشیر کا یزید کی مجلسوں میں برابر شریک ہونا ثابت نہیں ہے
اور فاسق امیر کی اطاعت یا اس کی حکومت کا حصہ بننا گناہ نہیں، بہت سے بہت جو ثابت ہے
وہی کہ انہوں نے یزید کے دور حکومت میں، حکومت کی بعض ذمہ داریاں قبول کیں، لیکن
اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یزید کے تمام موقف کو صحیح سمجھا ہو، تاریخ میں
ایسی روایات موجود ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کبھی کسی کی
بے جا حمایت نہیں کی، بلکہ انہوں نے یزید کے غلط کاموں پر تنقید بھی کی۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (اور نیکی
اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو گناہ اور سرکشی کے کام میں تعاون مت کرو) یہ حکم قرآنی
نعمان ابن بشیر و دیگر صحابہ کے پیش نظر تھا، اس لئے وہ شرابی زانی بے نمازی کی، نیک کام
میں مدد کریں گے اور گناہ کے کام میں مدد نہیں کریں گے۔

حمص سے پہلے نعمان بن بشیر جیسے صحابی عراق کے بھی گورنر رہ چکے تھے اور عبد اللہ بن

مسلم بن شعبہ حزمی نے نعمان بن بشیر صحابی سے شکایت کی تھی، انک لضعیف او متضعف، قد فسد البلد، جواب میں نعمان بن بشیر نے کہا تھا لان اکون ضعيفا في طاعة الله احب الي ان اکون قويا في معصية الله، وما كنت لاهتك ستر استره الله، فكتب بقوله الي يزيد ابن معاوية فدعا يزيد مولی له يقال له سرحون قد کان يستشيرہ فاخبرہ الخبر. (تہذیب احمد یب جلد اول ص ۵۳۰) قرجمہ: میں اللہ کی اطاعت میں ضعیف رہوں یہ مجھے پسند ہے، اس بات سے کہ اللہ کی معصیت میں قوی رہوں اور میں اس پردے کو چاک نہیں کروں گا جس کو اللہ نے ڈالا ہے۔ نعمان بن بشیر کے قول کو عبید اللہ بن مسلم نے یزید کے پاس لکھ بھیجا، یزید نے اپنے غلام جس کو سرحون (۱) کہا جاتا تھا بلایا، اسی سے یزید مشورہ لیتا تھا پھر اس کو خبر بتائی۔

(تہذیب احمد یب جلد اس ۵۳۰ اور اصابہ جلد اس ۳۳۳)

یہ مسلک تھا نعمان ابن بشیر و دیگر اہل سنت والجماعہ کا جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے:
ولا نرى الخروج على المعتا وولاة امورنا وان جاروا.
ہم اپنے اماموں اور عاملوں کے خلاف نہیں نکلتے چاہے وہ ظلم کریں۔
یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ غیر نبی کی ہر خاموشی کسی بات کی تائید نہیں کرتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا احتسابه



